ગુજરાત રાજ્યના શિક્ષણવિભાગના પત્ર-ક્રમાંક
મશબ/1215/170-179/છ, તા. 26-2-2016 -થી મંજૂર

سماجی سائنس

جماعت 9

સામાજિક વિજ્ઞાન (ઉર્દૂ) - ધોરણ 9

عہد نامہ

بھارت میرا وطن ہے۔
تمام بھارتی میرے بھائی بہن ہیں۔
میں اپنے وطن سے محبت کرتا ہوں اور اس کے شاندار بوقلموں ورثے پر فخر کرتا ہوں۔
میں ہمیشہ اس کے شایان شان بننے کی کوشش کرتا رہوں گا۔
میں اپنے والدین، اساتذہ اور بزرگوں کی تعظیم کروں گا
اور ہر شخص کے ساتھ ادب سے پیش آؤں گا۔
میں اپنے وطن اور اہلِ وطن کو اپنی عقیدت پیش کرتا ہوں۔
ان کی فلاح و بہبودی میں ہی میری خوشی ہے۔

રાજ્ય સરકારની વિનામૂલ્યે યોજના હેઠળનું પુસ્તક

گجرات راجیہ شالا پاٹھیہ پستک منڈل
'ودیاین'، سیکٹر-10-A، گاندھی نگر-382010

© گجرات راجیہ شالا پاٹھیہ پستک منڈل، گاندھی نگر

اِس کتاب کے جملہ حقوق بحق گجرات راجیہ شالا پاٹھیہ پستک منڈل محفوظ ہیں۔ درسی کتاب کے کسی بھی حصے کو کسی بھی صورت میں گجرات راجیہ شالا پاٹھیہ پستک منڈل کے ڈائریکٹر کی تحریری اجازت کے بغیر شائع نہیں کیا جاسکتا۔

مشیرِ مضمون

ڈاکٹر جی.ٹی. سرویّہ | پروفیسر وائے. پی. پاٹھک

پروفیسر دِنیش ایم.شُکل

تصنیف - تالیف

شری سلیم ایس.قریشی (کنوینر) | شری وَسنت رائے ایم. تیریّہ

ڈاکٹر بمل ایس. بھاوسار | شری منیش بھوپیندر بھائی سونی

شری دیوانگ کمار آر. دیسائی | شری نندا بہن اے. وِیاس

شری پرکاش کے. واگھیلا | ڈاکٹر شہیدہ بہن کے. خانصاحب

ڈاکٹر جگیاسا بہن ایچ. جوشی | شری بھاویش بھائی پنڈیا

شری راجیند رکمار بی.مہتا

ترجمہ

جناب غلام فرید شیخ | محترمہ بی.ایم. پٹھان

محترمہ سائرہ بانو پٹھان

ترجمہ پر نظرِ ثانی

محترمہ انصاری پروین | محترمہ پٹھان رُخسانہ

تصاویر

شری گرافِکس | پریتا گرافکس

ترتیب

شری چراغ شاہ (منڈل کے سبجیکٹ کوآرڈینیٹر - کامرس)

اشاعت ترتیب

شری ہرین پی. شاہ (منڈل کے نائب ڈائریکٹر، اکیڈمک)

طباعت ترتیب

شری ہریش ایس لمباچیا (منڈل کے نائب ڈائریکٹر - پروڈکشن)

پیش لفظ

قومی نصابات کے تحت گجرات سیکنڈری اور ہائر سیکنڈری ایجوکیشن بورڈ نے نئے نصابات تیار کیے ہیں۔ یہ نصابات گجرات سرکار کے ذریعے منظور کیے گئے ہیں۔

گجرات سرکار کے ذریعے منظور کردہ **جماعت 9 سماجی سائنس** مضمون کے نئے نصاب کے مطابق تیار کردہ درسی کتاب کو طلبہ کے سامنے پیش کرتے ہوئے منڈل مسرت محسوس کرتا ہے۔

اس درسی کتاب کو شائع کرنے سے قبل اس کے مسودے کی اس سطح پر تعلیمی کارگزاری انجام دینے والے مدرسین اور ماہرین کے ذریعے کُلّی طور پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ مدرسین اور ماہرین کی ہدایات ومشوروں کے مطابق مسودے میں مناسب ترمیمات واضافے کرنے کے بعد یہ درسی کتاب شائع کی گئی ہے۔

زیرِ نظر درسی کتاب کو دلچسپ، کارآمد اور خامیوں سے پاک بنانے کے لیے پورا پورا خیال رکھا گیا ہے، تاہم تعلیم میں دلچسپی رکھنے والے افراد کے ذریعے حاصل ہونے والے اس درسی کتاب کی صفات میں اضافہ کرنے والے مفید مشورے ہمیشہ قابلِ قبول ہوں گے۔

اَوِنتکا سنگھ (IAS)

ڈائریکٹر | پاٹھیہ پُستک منڈل

تاریخ : 21-11-2019 | گاندھی نگر

پہلی طباعت - 2016 طباعتِ نو - 2017، 2019، 2020

ناشر : گجرات راجیہ شالا پاٹھیہ پستک منڈل - 'وِدیاین'، سیکٹر 10-A، گاندھی نگر کی جانب سے۔ پی۔ بھارتی (IAS)، ڈائریکٹر۔

طابع :

بنیادی فرائض

بھارت کے ہر شہری کا فرض ہوگا کہ وہ :

(الف) آئین پر کاربند رہے۔ اور اس کے نصب العین اور اداروں، قومی پرچم اور قومی ترانے کا احترام کرے؛

(ب) ان اعلیٰ مقاصد کو عزیز رکھے اور ان کی تقلید کرے جو آزادی کی تحریک میں قوم کی رہنمائی کرتے رہے ہیں؛

(ج) بھارت کے اقتدار اعلا، اتحاد اور سالمیت کو مستحکم بنیادوں پر استوار کر کے اُن کا تحفظ کرے؛

(د) ملک کی حفاظت کرے اور جب ضرورت پڑے قومی خدمت انجام دے؛

(ہ) مذہبی، لِسانی اور علاقائی وطبقاتی تفرقات سے قطع نظر بھارت کے عوام النّاس کے مابین یک جہتی اور عام بھائی چارے کے جذبے کو فروغ دے نیز ایسی حرکات سے باز رہے جن سے خواتین کے وقار کو ٹھیس پہنچتی ہو؛

(و) ملک کی مِلی جُلی ثقافت کی قدر کرے اور اُسے برقرار رکھے؛

(ز) قدرتی ماحول کو جس میں جنگلات، جھیلیں، دریا اور جنگلی جانور شامل ہیں محفوظ رکھے۔ اور بہتر بنائے اور جانوروں کی جانب محبت وشفقت کا جذبہ رکھے؛

(ح) دانشورانہ رویّے سے کام لے کر انسان دوستی اور تحقیقی واصلاحی شعور کو فروغ دے؛

(ط) قومی ملکیت کا تحفظ کرے اور تشدّد سے گریز کرے؛

(ی) تمام انفرادی اور اجتماعی شعبوں کی بہتر کارکردگی کے لیے کوشاں رہے تاکہ قوم متواتر ترقی وکامیابی کی منازل طے کرنے میں سرگرم عمل رہے۔

(ڈ) والدین یا سرپرست اپنے 6 سے 14 سال تک کی عمر کے بچّوں کو لازماً تعلیم کا موقع فراہم کریں۔

* بھارت کا آئین : دفعہ 51-الف

فہرست

•	سماجی سائنس کا خیال	1
•	اکائی 1 : بیسویں صدی - دُنیا اور بھارت	2
.1	بھارت میں برطانوی حکومت کا عروج	3
.2	پہلی عالمی جنگ اور روسی انقلاب	10
.3	عالمِ جدید کی جانب سفر	15
.4	بھارت کی قومی تحریکیں	23
.5	آزادی کی حصول کی جانب سفر	31
.6	1945 کے بعد کی دنیا	39
.7	آزاد بھارت	47
•	اکائی 2 : جدید ملک کی تعمیر	55
.8	بھارت کے سیاسی آئین کی تشکیل اور خصوصیات	56
.9	بنیادی حقوق، فرائض اور سیاست کے راہنما اُصول	65
.10	اعضائے حکومت	73
.11	بھارت کا عدالتی نظام	86
.12	جمہوریۂ ہند	93
•	اکائی 3 : بھارت : زمین اور لوگ	98
.13	بھارت : جائے وقوع، زمین کی تشکیل اور طبعی ساخت - I	99
.14	بھارت : جائے وقوع، زمین کی تشکیل اور طبعی ساخت - II	106
.15	پانی کا بہاؤ	114
.16	آب وہوا	121
.17	قدرتی نباتات	131
.18	جنگل کی زندگی	137
.19	بھارت : عوامی زندگی	143
.20	آفات - انتظام	148

CERTIFICATE OF THE MAPS

1. © Government of India, Copyright 2016

2. The responsibility for the correctness of internal details rests with the publisher.
3. The territorial waters of India extend into the sea to a distance of twelve nautical miles measured from the appropriate base line.
4. The external boundaries and coastlines of India agree with the Record/Master Copy certified by Survey of India.
5. The state boundaries between Uttarakhand & Uttar Pradesh, Bihar & Jharkhand and Chattisgarh & Madhya Pradesh have not been verified by the Governments concerned.
6. The spellings of names in this map, have been taken from various sources.

سماجی سائنس کا خیال

قومی نصاب تعلیم 2005 فریم ورک (National Curriculam Framework) : سماجی سائنس مضمون کے تحت مختلف مضامین کو شامل کیا گیا ہے اس لیے اس کا نفسِ مواد کچھ الگ ہی لگتا ہے، جن میں تاریخ، جغرافیہ، شہریت، معاشیات اور عمرانیات جیسے سماجی سائنسوں کے موضوعات شامل کیے گئے ہیں۔ طلبہ انسانیت کے رجحان والے ہوں، معلومات سے بھر پور ہوں، ذہین ہوں اور ملک کے ایک ذمہ دار شہری بنے اس لحاظ سے سماجی سائنس ایک اہم مضمون کہا جاسکتا ہے۔ NCF 2005 میں کہا گیا ہے اُس کے مطابق سماجی سائنس کو دیگر سائنسوں سے یا حساب سے کمتر اور کم اہمیت کا حامل مانا جانا ایک چیلنج کے طور پر سمجھنا اس بات پر سوال اٹھانے کی ضرورت نظر آتی ہے۔ لہٰذا اساتذہ حضرات سماجی سائنس کی تعلیم پر پوری توجہ سے کام کریں، یہ بات بہت ہی ضروری ہے۔

بقول پروفیسر یشپال ''تعلیم کوئی مادّی اشیاء نہیں جن کی تقسیم پوسٹ یا معلم کے ذریعے کی جاسکے، اعلیٰ اور بہتر تعلیم کی جڑیں ہمیشہ بچوں کی مادی اور تہذیبی زمین سے وابستہ ہوتی ہیں اور وہ والدین، اساتذہ، ہم جماعتوں اور مختلف گروہوں کے مابین ردِّعمل سے پروان چڑھتی ہے۔''

NCF 2005 کے مطابق تمام مضامین کے نفسِ مواد کی مختلف سطحوں کا خیال کرتے ہوئے ازسرِ نو تیار کیا گیا۔

نئے نصاب پر مبنی اس کتاب میں ایک مربوط رجحان رکھا گیا ہے۔ جس میں مندرجہ بالا بالخصوص تاریخ، جغرافیہ، شہریت، معاشیات اور عمرانیات جیسے مختلف سماجی علوم کے نفسِ مواد کو شامل کیا گیا ہے۔ انسانی معاشرے کے مختلف پہلوؤں اور نسبتوں کو مقام اور وقت دونوں کے پس منظر میں اور ان کے مابین تعلقات کو ملحوظ نظر رکھ کر پیش کرنے کی مخلصانہ کوشش کی گئی ہے۔ نفس مواد کی مقدار اور تصورات کا بوجھ کم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ سماجی سائنس کو سمونے والی چار مختلف کتابوں کے بدلے مطالعہ کے لیے ایک ہی آزاد مضمون کے طور پر سماجی سائنسوں کو ایک ہی نصابی کتاب میں سمویا گیا ہے۔ ہمعصر بھارت کے نفس مواد کو سموتے ہوئے تین اکائیوں میں کتاب کو مرتب کیا گیا ہے۔ تینوں اکائیوں میں نفسِ مواد کی بہتر وضاحت ہوسکے اس طرح تمام اکائیوں میں ایسا تال میل بنا رہے اس طرح کتاب میں پیش کش کی گئی ہے۔

اکائی 1 : بیسویں صدی - دُنیا اور بھارت : اس اکائی میں بیسویں صدی میں دُنیا کے مخصوص واقعات، ساتھ ساتھ بھارت کی آزادی کی جنگ کے مطالعے پر توجہ مرکوز کی گئی ہے۔ یہ اکائی ہم عصر بھارت کے مطالعہ اور اس کے بعد کی اکائی کے لیے پیش خیمہ کا کام انجام دیتی ہے۔

اکائی 2 : جدید مُلک کی تعمیر : اس اکائی میں آزادی کے بعد کے دور میں بھارت کی تعمیرِ نو، بھارت کے آئین کی تشکیل، اس کی اہم خصوصیات، بھارتی سرکار کا خاکہ، بنیادی حقوق اور فرائض اور بھارتی جمہوریت وغیرہ پہلوؤں پر اس اکائی میں بحث کی گئی ہے۔ یہ اکائی یہ بات سمجھنے میں مفید ثابت ہوتی ہے کہ دُنیا کا سب سے بڑا جمہوری نظام والا ملک نظامِ عملی زندگی میں کس طرح کام انجام دیتا ہے۔

اکائی 3 : زمین اور لوگ : بھارت کی سرزمین، قدرتی جہاں اور لوگ، بھارت کے وسیع وسائل اور قدرتی ماحول وغیرہ پہلوؤں پر اس اکائی میں معلومات دی گئی ہے۔ ہمارے ماحولیات میں پائے جانے والے تنوع اور اس کی وسعت کو سمجھنے میں یہ اکائی طلبہ کے لیے مفید ثابت ہوگی۔

ہمیں امید ہے کہ یہ کتاب ترقی اور قومی تعمیر کے عظیم عمل میں حصّے دار بن کر اور مؤثر طریقے پر اپنا کردار ادا کرکے، طلبہ کو عمدہ طور پر واقف کار، دانشمند اور ذمہ دار شہری بنانے کا کام انجام دے گی۔

اکائی 1 : بیسویں صدی - دُنیا اور بھارت

بیسویں صدی کے دوران دُنیا اور انسانی زندگی کے بے شمار شعبوں میں جو دریافتیں ہوئیں اور جو کامیابیاں حاصل ہوئیں وہ عرصۂ دراز کے نتائج کی ضمانت ہیں۔ ایشیا اور افریقہ میں پھیلی ہوئی نوآبادیاتی سرگرمیوں نے یورپی نوآبادیاتی حکومتوں میں باہم کچھ ایسی دُشمنی پیدا کردی جس نے عالمی سیاست کو ورثے میں ایسے نتائج دیے جن کی وجہ سے پہلی عالمی جنگ روس کا بالشوِک (Bolshevik) انقلاب، جرمنی، اِٹلی اور اسپین وغیرہ میں آمریت کا عروج اور دوسری عالمی جنگ جیسے یکے بعد دیگرے نتائج رونما ہوئے۔ لہٰذا اس نوآبادیاتی نظام اور ہوسِ مُلک گیری نے ایٹمی ہتھیار اور ہلاکت آمیز ہتھیار استعمال کر کے ساری دُنیا کو چونکا دیا لیکن انسانی دِل میں بسی ہوئی امن وسلامتی کے جذبے نے اقوامِ متحدہ کو جنم دیا۔ اقوامِ متحدہ میں امریکا اور سوویت روس کے مابین اپنے اثر ورسوخ کے شعبوں کو فروغ دینے کا جو مقابلہ ہوا اس نے سرد جنگ (Cold war) کو جنم دیا۔ اس سرد جنگ کے جو دو اہم مرکز بنے وہ تھے واشنگٹن ڈی.سی. اور ماسکو۔

عوام کی طبیعت میں پیدا ہونے والے قوم پرستی کے جذبے کی وجہ سے بیسویں صدی کے آخر میں طاقتور سوویت روس کے ٹکڑے ہوئے۔ برلین کی دیوار توڑی گئی اور جرمنی کا اشتراک ہوا۔ یہ واقعات غیر متوقع اور دلچسپ تھے۔ پھر بھی مارکسی نظریے کا سیلاب نہ تھا اور چین کے ساتھ ساتھ یورپ ایشیائی ممالک اس سے متاثر ہوئے۔ ہاں دُنیا کا زیادہ تر حصّہ تو ''لال رنگ'' میں رنگ گیا۔ یہ تو عالمی سیاست کا ایک ہی رُخ ہے۔

عالمی سیاست کا دوسرا پہلو بھی اتنا ہی مضبوط و مستحکم ہے اور ایشیاء افریقہ اور دُنیا کے دوسرے حصوں میں اخلاص پسند تحریکوں نے بھی جو صورت اختیار کی وہ بھی ظاہر ہے۔ اسی تحریک نے بھارت کے ساتھ ساتھ دوسرے ملکوں میں بھی وطن پرست اور آزادی کی تحریکوں کو اجاگر کیا۔ اس نے قومی آزادی کے حصول کے لیے اپنی زندگی کو قربان کرنے کا جذبہ بیدار کرنے کے لیے ایک ایسا باقاعدہ نیا تجربہ کیا اور اُسے ترقی دی کہ وہ ایشیا، افریقہ کے ملکوں کے لیے ترغیب دینے والا اور حوصلہ افزا بن گیا۔

بھارت کی قومی لڑائی نے ایک ایسی تصویر پیش کی کہ جس میں شمال وجنوب، مشرق ومغرب، بچے بوڑھے اور مردوزن سب کو نہایت ہی جذباتی طور پر متحد کردیا، جس نے ایک قابلِ فخر تاریخ گھڑ دی۔ اس کے علاوہ عوام کے عزمِ محکم نے نوآبادیاتی نظامِ حکومت کے خلاف ایک بڑا چیلنج دیا اور ساتھ ساتھ ہر طرح کی مشکلات اور تالیف کو صرف بخوشی برداشت کرنے کی ہی نہیں بلکہ برطانوی حکمرانوں کے ستم کا نشانہ بن کر جان تک قربان کردینے کا عجیب حوصلہ پیدا کیا۔ اس کے ساتھ ہی نہایت مشکل سے حاصل کیے ہوئے قومی باہمی اتحاد اور جذباتی اتحاد کی حفاظت کرنے اور ہمہ گیر ترقی کرنے کی ذمہ داری بھی مستقل طور پر اٹھالینے کے لیے اقتدار قائم رکھنے کی قابلیت اور متعدی بھی حاصل کی۔

•

1 بھارت میں برطانوی حکومت کا عروج

دورِ قدیم سے بھارت اس کے اقتصادی، تہذیبی اور مذہبی ورثے کے سبب پوری دُنیا میں ایک منفرد مقام کا حامل رہا ہے۔ بھارت کے تہذیبی ورثے اور اقتصادی خوشحالی کے سبب دُنیا کی مختلف قومیں بھارت میں آئیں۔ بھارت کی کالی مرچ، دارچینی، گرم مسالا، ململ، ریشمی کپڑا، نیل وغیرہ کی یورپ کے کئی ملکوں میں پُرزور مانگ رہتی، بھارت اور یورپ کے بیچ تجارت زمینی اور بحری راستوں سے ہوتی تھی اور اس تجارت کا مرکزی مقام ترکستان میں واقع قسطنطنیہ (کونس ٹینٹی نوپل) تھا۔

ترکی مسلمانوں نے کونس ٹینٹی نوپل فتح کرلیا (1453ء)۔ اس وجہ سے یورپی لوگوں کے لیے کونس ٹینٹی نوپل ہوکر بھارت آنے والا بحری راستہ بند ہوگیا۔ یورپین لوگوں کا کام کالی مرچ، گرم مسالے کے بغیر چل نہیں سکتا تھا لہٰذا انھیں نیا بحری راستہ تلاش کرنے کی ضرورت پیش آئی، اُس لیے دُنیا کے جغرافیائی دریافتوں کے ایک نئے عہد کا آغاز ہوا۔

بھارت کی طرف آنے کے لیے بحری راستوں کی دریافت

پُرتگالی بادشاہ پرنس ہینری کی ترغیب، حوصلہ افزائی اور مالی امداد سے مہم جوؤں نے کوششیں شروع کیں۔ بھارت کی جانب آنے والے بحری راستوں کی تلاش کے لیے کئی مہم جوؤں نے کوششیں کیں جس میں بارتھولومیو ڈائز نے 'کیپ آف گڈ ہوپ' راس خا کنائے کی تلاش کی۔ کرِسٹوفر کولمبس نے اسپین کے بادشاہ کی مالی امداد سے نیا بحری راستہ تلاش کرنے کی مہم کا آغاز کیا۔ جو 1492 میں بحر اوقیانوس میں واقع حالیہ ویسٹ انڈیز کے جزیرے پر آکر ٹھہری۔ تادمِ مرگ بھارت کی جانب آنے والے بحری راستے کی دریافت کا اعتماد رکھنے والے کولمبس نے واقعی ایک نئے علاقے کی دریافت کی تھی۔ اس کی وضاحت امیریگو ویسپو جی نامی محقق نے کی تھی، اُس کے بعد یہ نیا علاقہ امریکہ کے نام سے مشہور ہوا۔

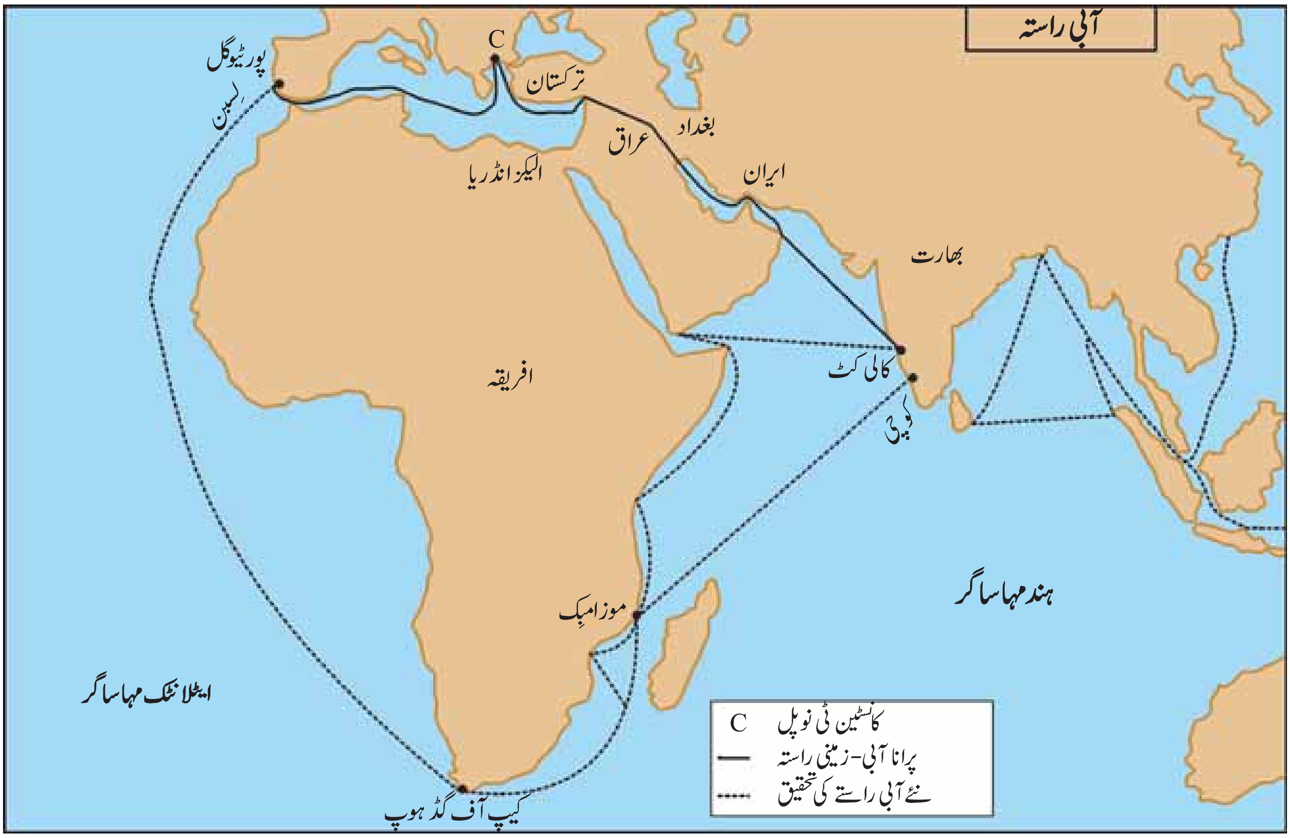

1.1 بھارت کی طرف آنے کے لیے بحری راستہ

پُرتگالی ملاح واسکو-د-گاما نے بھارت کے طرف آنے والے بحری راستے کی دریافت کی (1498ء)۔ بھارتی ملاح کی مدد سے وہ بھارت کے مغربی ساحل پر واقع کالی کٹ بندرگاہ پہنچا۔ اُس وقت وہاں کے راجا سامُد رِک (زامورین) نے اُس کا استقبال کیا اور اُسے اپنی ریاست میں تجارت کرنے کی اجازت دی۔ اس طرح دُنیا میں یہ واقعہ بڑا ہی اہم مانا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے یورپینوں کے بھارت آنے کے دروازے کھل گئے۔

بھارت میں یورپی اقوام کی آمد (انگریزوں کی آمد اور تجارتی مراکز کا قیام)

بھارت کی جانب آنے والے بحری راستوں کی دریافت کے بعد بھارت میں سب سے پہلے تجارت کی غرض سے آنے والی قوم پرتگالی تھی۔ سو سال کے عرصے میں پُرتگالیوں نے دِیو، دمن، گوا، کوچن، ملّکا وغیرہ علاقوں کو اپنے زیر اقتدار کرلیا تھا۔ پرتگالیوں کو تجارت میں حاصل شدہ کامیابی سے ترغیب پاکر ہالینڈ کے ڈچ (والندے) اور ڈین مارک کے (ڈِنش) قوم بھی بھارت میں تجارت کرنے کے لیے آئی۔ انگلینڈ کے تاجروں نے بھارت کے ساتھ تجارت کرنے کے لیے ایسٹ انڈیا کمپنی کی بنیاد رکھی۔ عیسوی سن 1600 میں اِنگلینڈ کی رانی ایلیزابیتھ نے ایسٹ اِنڈیا کمپنی کو مشرقی ممالک کے ساتھ تجارت کرنے کا پَروانہ دیا۔ 1608ء میں کمپنی کا سب سے پہلا جہاز کیپٹن وِلیم ہوکِنس کی سربراہی میں سورت پہنچا، مگر ان کو فرنگیوں کے غلبے اور مخالفت کی وجہ سے تجارت کرنے کا پروانہ حاصل نہ ہوسکا۔ آخر کار

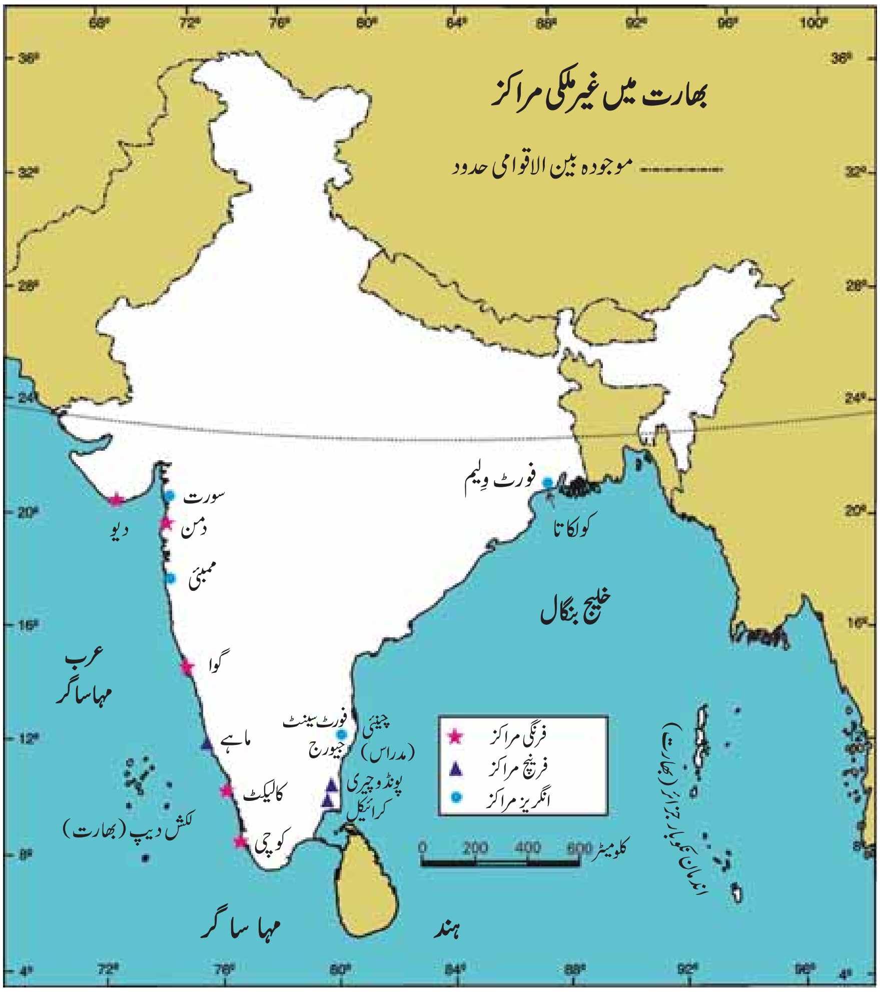

1.2 بھارت میں بیرونی ممالک کے مراکز کی نشاندہی کرنے والا نقشہ

ایسٹ انڈیا کمپنی کو مُغل بادشاہ جہانگیر کی جانب سے تجارت کا پروانہ ملتے ہی سورت میں برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی نے پہلا تجارتی مرکز قائم کیا (1613ء)۔ ابتدائی برسوں میں کمپنی نے سورت، بھروچ، احمد آباد میں تجارتی مراکز قائم کیے مگر ان علاقوں میں مراٹھی اقتدار کا غلبہ بڑھتے ہی کمپنی کو خطرہ نظر آیا۔ لہٰذا وہ جنوب اور مشرقی سمت میں آگے بڑھنے لگے۔ وہاں انھوں نے مچھلی پٹّم (آندھرپردیش)، سینٹ جیورج (چینّائی) اور فورٹ وِلیم (کولکاتا) میں کوٹھیاں قائم کیں، ممبئی میں صدر مرکز قائم کیا (1687)۔

1668 میں بھارت میں تجارت کرنے کے لیے فرانسیسی ایسٹ انڈیا کمپنی کی آمد ہوئی۔ جس نے کچھ وقت کے بعد ماہے، کرائی کل، پونڈی چیری، چندرنگر، مچھلی پٹّم وغیرہ علاقوں میں تجارتی مراکز قائم کیے۔ اٹھارہویں صدی میں انگریزی اور فرانسیسیوں نے دُنیا بھر میں خود کا اقتدار قائم کرنے اور نوآبادیوں کو حاصل کرنے کی مسلسل کوششیں کیں۔ بھارت میں (1746 سے 1763) اِن دونوں یعنی برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی اور فرانسیسی ایسٹ انڈیا کمپنی کے مابین اقتدار قائم کرنے کے لیے

تین کرناٹک جنگیں ہوئیں جس میں فرینچ ایسٹ انڈیا کمپنی کو شکست ہونے سے برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی کی ریاست کی توسیع کا راستہ آسان ہوگیا۔ اس طرح اقتدار کی کشمکش کے آخر میں فرنگیوں کے پاس دیو، دمن اور گوا رہے جب کہ فرانسیسیوں کے مابین چندرنگر، ماہے، کرائی کل، پونڈیچیری جیسے علاقے رہے۔ جبکہ ڈچ لوگوں نے ہمیشہ کے لیے بھارت کو خیر باد کہہ دیا۔

پلاسی کی جنگ

بنگال میں سِراج الدولہ کی حکومت تھی۔ مزاج میں عجلت ہونے کے سبب اس کی حکومت میں کافی مخالفین تھے۔ اس عرصے میں برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی نے نواب کی اجازت کے بغیر کولکاتا میں تحفظ کے نام پر تجارتی کوٹھی کے چاروں طرف قلعہ تعمیر کروالیا؛ مگر نواب سراج الدولہ نے اُس قلعہ کو توڑ کر رکھ دیا۔ یہ خبر مدراس (چینّائی) پہنچی تو کوٹھی کی مدد کے لیے روبرٹ کلائیو کی سربراہی میں کمپنی کی ایک چھوٹی سی فوج بنگال پہنچی۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کی فوج زیادہ طاقتور ہونے کے باوجود نواب کی فوج کو ہرانا مشکل نظر آنے لگا۔ ایسے حالات میں روبرٹ کلائیو نے دغابازی کا سہارا لیا۔ نواب کو شکست دینے کے لیے ایک سازِش تیار کی گئی جس میں سپہ سالار میر جعفر، شیٹھ امی چند کو اس سازش میں ملوّث کیا اور کمپنی کو نواب سے پریشانی ہوتی ہے اس بہانے کے تحت پلاسی نامی گاؤں کے قریب جنگ کا اعلان کر دیا۔

- پلاسی کی جنگ ۲۳؍ جون 1757 کے روز لڑی گئی۔
- پلاسی کا میدان مُرشدآباد (مغربی بنگال) سے تقریباً 38 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔

طے شدہ منصوبے کے مطابق میر جعفر جنگ میں ناکام رہا۔ سراج الدولہ کو شکست ہوئی۔ کلائیو کی سازش سے پلاسی کی جنگ صرف آدھے دِن میں ہی ختم ہوگئی۔ اس جنگ سے ایسٹ انڈیا کمپنی کو چوبیس پرگنوں (ضلعوں) کی جاگیر حاصل ہوئی۔ میر جعفر کو بنگال کا نواب بنایا گیا۔ اس طرح پلاسی کی جنگ کے ذریعے بھارت میں کمپنی اقتدار کی بنیاد رکھی گئی (1757)۔

بکسر کی جنگ

انگریزوں نے میر جعفر کو بنگال کا نواب بنا کر مختلف بہانے بنا کر بے شمار دولت حاصل کی اور زیادہ حقوق حاصل کرنے کی لالچ میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے میر جعفر کو ہٹا کر اس کی جگہ میر قاسم کو نواب بنا دیا۔ میر قاسم تو میر جعفر سے کچھ زیادہ ہی توقعات رکھتا تھا اس وجہ سے کمپنی کو میر قاسم کا ڈر ستانے لگا اس لیے میر قاسم کو معزول کر کے دوبارہ میر جعفر کو نواب بنا دیا گیا۔ میر قاسم اودھ کے نواب کی پناہ میں چلا گیا۔ اُن دِنوں اودھ میں مُغل بادشاہ شاہ عالم تشریف فرما تھا لہٰذا تینوں نے مشترکہ طور پر کمپنی کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کرتے ہوئے کمپنی کو جنگ کے لیے للکارا۔ بکسر کے مقام پر مشترکہ فوج کے سامنے ایسٹ انڈیا کمپنی نے جنگ کی (22 اکتوبر 1764ء) جس میں مشترکہ فوج کی شکست ہوئی۔ کمپنی کو بنگال، بہار اور اڑیسہ کا دیوانی اقتدار حاصل رہا۔

کمپنی کے نظام کا ارتقاء

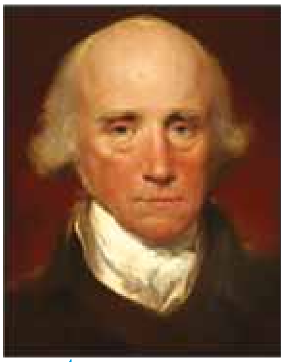

گورنر جنرل وارن ہیسٹنگز

انگریزی سرکار نے ہدایت کار قانون پاس کیا (1773ء)۔ اس قانون کے تحت بنگال کے گورنر کو گورنر جنرل بنا کر کمپنی کے تجارتی اور سیاسی مفادات نیز سرگرمیوں کو براہِ راست اس کے زیرِ اقتدار رکھا گیا اور ممبئی اور مدراس کے گورنر اور کاؤنسل کو بھی اُس کے زیرِ دست رکھا گیا۔ اس طرح وارن ہیسٹنگز بھارت کا پہلا گورنر جنرل بنا۔ اُس کے دورِ حکومت میں مراٹھوں کے ساتھ 'پہلی مراٹھا جنگ' اور میسور کے حیدر علی کے ساتھ 'دوسری میسور جنگ' ہوئی۔ ایک ساتھ ان دونوں حکومتوں کا سامنا کرنے سے ایسٹ انڈیا کمپنی کی مشکلات میں اضافہ ہوا۔

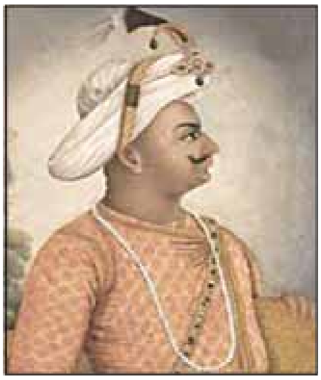

ٹیپو سلطان

وارن ہیسٹنگز کے بعد بطور گورنر کارنوالِس کی آمد ہوئی۔ اس دورِ اقتدار میں نامور 'میسور کا شیر' ٹیپو سلطان کے ساتھ تیسری جنگ ہوئی۔ بہادر، جانباز ٹیپو سلطان کو شکست دینے کے لیے کمپنی نے مراٹھا اور نظام کی مدد طلب کی۔ تینوں کی مشترکہ فوجوں کے سامنے ٹیپو سلطان کی شکست ہوئی۔ معاہدہ قبول کرنا اُس کے لیے لازم ہوگیا۔

کارنوالِس کے بعد سے سر جان شور گورنر جنرل بنا۔ اُس کی اختیار کردہ غیر جانب دار پالیسی کی وجہ سے ایسٹ انڈیا کمپنی کی شہرت میں ایک طرف کمی واقع ہوئی تو دوسری طرف مراٹھوں کی طاقت میں اضافہ ہوا۔ جون شور کے بعد آنے والے گورنر جنرل ویلزلی کے سر پر کمپنی کو سب سے اعلیٰ و افضل بنانے کی ذمہ داری آن پڑی۔ اس لیے ویلزلی نے امدادی فوجی منصوبہ داخل کیا۔ امدادی منصوبے کی شرائط اور اس منصوبے کو اپنانے والی ریاستیں مندرجہ ذیل ہیں :

امدادی فوجی منصوبہ کی شرائط

- کمپنی سرکار تعلیم یافتہ فوج یہ منصوبہ قبول کرنے والی ریاست کو فراہم کرے گی۔
- یہ فوج ریاست کے داخلی و بیرون حملے سے ریاست کا تحفظ کرے گی۔
- اس کے عوض میں منصوبہ قبول کرنے والے راجاؤں کو فوجی اخراجات یا اتنی آمدنی والا علاقہ انگریزوں کو دینا پڑے گا۔
- کمپنی کی اجازت کے بغیر یہ ریاست دیگر ریاست کے ساتھ جنگ یا صلح نہیں کرسکتی۔
- ریاست کے دربار میں ایک انگریز نمائندہ رکھا جائے۔
- دیگر غیر ملکی کو اپنی ریاست میں ملازمت پر نہ رکھا جائے۔

منصوبہ اپنانے والی ریاستیں/حکمراں

- نظام • میسور • اودھ • گائیکواڑ • سِندھیا • بھونسلے • ہولکر

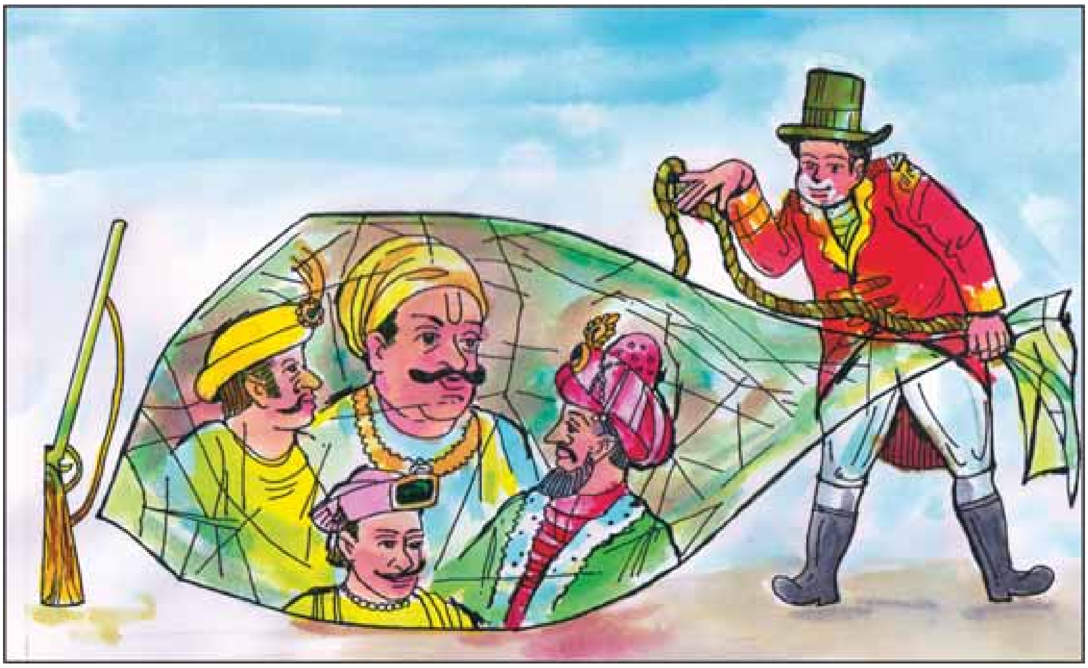

1.5 ویلزلی اور امدادی فوجی منصوبہ

یہ منصوبہ ایک میٹھے زہر کی طرح تھا۔ اس منصوبے کا عمل کرکے ویلزلی نے ساری ریاستوں کو ایسٹ انڈیا کمپنی میں شامل کردیا۔ گورنر جنرل ویلزلی نے ٹیپو سلطان کو امدادی منصوبہ اپنانے کے لیے کہا جس کا اُس نے انکار کیا۔ منصوبے کو قبول نہ کرنے پر کمپنی نے (انگریزوں نے) نظام کی مدد لے کر میسور پر (1799) حملہ کردیا۔ اس چوتھی جنگ کے دوران ٹیپو سلطان نے انگریزوں کے ساتھ لڑتے لڑتے جنگ میں موت کو گلے لگا لیا۔

ویلزلی کے بعد بھارت میں گورنر جنرل کے طور پر ہیسٹنگز آیا۔ اُس نے نیپال کے ساتھ جنگ کرکے گُرکھوں کو فوج میں شامل کیا۔ پنڈھاروں کے ساتھ جنگ

کی اوران پر قبضہ جمایا۔تیسری مراٹھا جنگ کر کے کمپنی نے اپنی برتری کا ثبوت دیا۔

ولیم بینٹک بھارت کے بیشتر گورنروں کے مقابلے کچھ زیادہ ہی فراخ دل تھا۔ بیشتر گورنروں نے اختیار کی ہوئی سامراجی پالیسی سے ریاستوں میں بے اطمینانی کا خدشہ درپیش تھا۔اس بے اطمینانی سے اتحاد پیدا کرنے کے لیے اس نے فراخ دلانہ کام انجام دیے۔

بھارت میں گورنر جنرل کی حیثیت سے ڈیلہاؤزی آیا(1848)۔ وہ کچھ زیادہ ہی سامراجی ذہنیت کا حامل تھا۔اُس نے سامراجی پالیسی کو جلا بخشی اور کمپنی کی حکومت کوتوسیع کرنے کے لیے'فتح،ضبطی اور خالصہ پالیسی' (کسی بھی چیز پر زبردستی قبضہ کرنا) اختیار کی۔

ڈیلہاؤزی کی خالصہ پالیسی

- جنگ کے ذریعے خالصہ
  - پنجاب
  - پیگو (نچلا برما)
- بے اولاد بادشاہ کی موت ہونے سے ریاست خالصہ
  - ستارا
  - جیتپور
  - سنبل پور
  - اودے پور(م. پر.)
  - جھانسی
  - بگھاٹ
  - ناگپور
- بدانتظامی بہانے کے تحت خالصہ
  - اودھ
- قرض طلبی کے تحت خالصہ
  - نظام کا وراڑ کا علاقہ
- برائے نام حکومت کوختم کرکے خالصہ
  - کرناٹک
  - تانجور

ڈیلہاؤزی سامراجیت پسند ہونے کے ساتھ ساتھ اصلاح پسند بھی تھا۔ اُس کے زمانے میں بھارت میں پہلی بار ریل (1853ء۔ممبئی-تھانہ)، بھارت-انگلینڈ تار خدمات،قومی سطح پر محکمۂ تعمیرات کی بنیاد، انگریزی تعلیم کا انتظام وغیرہ کی ابتدا ہوئی۔ بیوہ کی دوبارہ شادی اور بچوں کی شادی پر پابندی کا قانون اسی کے وقت میں پاس کیا گیا تھا۔

1757ء کی پلاسی کی جنگ سے شروع کرکے صد (100) سالہ عرصے میں کمپنی کے اقتدار اور سامراج دونوں میں اضافہ تو ہوا مگر ایسا کرنے سے بھارت کی ریاستوں کو بے اطمینانی کا سامنا بھی کرنا پڑا اور یہ بے اطمینانی آخرکار 1857 میں پہلی جنگ آزادی کی شکل میں نمودار ہوئی۔

کمپنی حکومت کے اقتصادی اثرات

جب ہم کمپنی کی حکومت کا تخمینہ تیار کرتے ہیں تب خیال آتا ہے کہ بھارت گذشتہ آخری صدیوں سے دُنیا کے ملکوں میں اقتصادی طور پر ایک معتبر مقام پر فائز تھا۔ وہ کمپنی کی حکومت کے 100 سالہ دورِاقتدار میں انگلینڈ کے لیے خام مال پیدا کرنے والا اور کارخانوں میں تیارشدہ مال کو بازاروں تک لے جا کر ان کی ضرورتوں کو پوری کرنے والا مُلک بنا دیا گیا تھا۔ بنگال سوتی کپڑا، کچّا ریشم، چینی، سن (پٹ سن) ململ کی برآمد کرتا تھا(1708 سے 1756ء)؛ مگر دورخی نظام حکومت کے بعد بنگال کی اقتصادی چمک دمک مدھم پڑ گئی تھی۔

کمپنی کی غیر منصفانہ محصولی پالیسی سے بھارت کا کسان برباد اور قرض دار ہوگیا۔انگریز حکومت نے انگلینڈ کی صنعتوں کوفروغ دینے کی غرض سے بھارت کی کپڑا صنعت پر غیر منصفانہ زکوۃ ڈالی۔ بھارت کے ہنر اورصنعتوں کو کچلنے کے لیے نامناسب حربوں کا استعمال کیا گیا۔اس وجہ سے بھارت کی صنعتیں اور روزگار برباد

ہوگئے۔ بھارت کے کاریگر غریب اور بے روزگار بننے لگے۔ کمپنی کے تاجر خانگی تجارت کرکے بنگال کے کاریگروں کے پاس مختصر مدّت میں کپڑا تیار کرنے کا عہد نامہ لکھواتے۔ اگر کوئی کاریگر انکار کرتا تو اُسے کوڑے مارتے تھے یا جیل بھیج دیا جاتا۔

کمپنی کی آمد کے پہلے بھارت کے گاؤں خود کفیل تھے، جو انگریزوں کی طرزِ حکومت کے اثرات سے غریب اور دوسروں کے محتاج ہوگئے۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کے دورِ اقتدار میں ممبئی سے تھانے کے درمیان پہلے ریل کے راستے کا آغاز ہوا۔ انگلینڈ- بھارت کے درمیان آگ بوٹ کی آمد ورفت شروع ہوئی اور ممبئی، مدراس (چینّائی)، کولکاتا جیسی بڑی بندرگاہوں کو ترقی بھی ملی۔

کمپنی کے نظام کے سماجی اثرات

برطانوی نظامِ حکومت کے دوران اخباروں کی ترقی، بھارتی عوام میں زبان اور بیان کے اظہار کی آزادی کا جذبہ پیدا ہوا۔ اس دوران بھارتی سماج میں بہت سی سماجی (بُری) رسمیں رچ بس گئی تھیں۔ ان میں ستی کا رِواج اور بیٹی کو دودھ پیتی کرنے کا رِواج، بچّوں کی شادیوں کا رواج وغیرہ انگریزوں سے میل ملاپ کی وجہ سے راجا رام موہن رائے، دُرگا رام مہتا، بہرام جی مَلباری وغیرہ نے بُری رسمیں دور کرنے کے لیے قانون بنوائے۔ بھارتی انتظامیہ ڈھانچے پر انگریزی ماحول کا غلبہ ہوجانے سے انگریزی جاننے والوں کی ضرورت پیش آئی۔ اس کے نتیجے کے طور پر میکولے کی کوششوں سے بھارت میں انگریزی تعلیم دینے کا آغاز ہوا۔ چارلس ووڈ کی سفارش پر ممبئی، چینائی، کولکاتا میں یونیورسٹی قائم ہوئی۔

انگریزی تعلیم کے سبب بھارت میں انگریزی جاننے والوں کا ایک نیا طبقہ وجود میں آیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اصلاحی مانگوں کے ذریعے اصلاحی عمل کو جلا بخشی۔

خلاصہ

اس طرح ایسٹ انڈیا کمپنی بھارت کی خوشحالی اور تجارت سے متاثر ہوکر بھارت آئی۔ بھارت میں کمپنی نظام کے نتیجے میں سیاسی، اقتصادی، سماجی، تہذیبی شعبوں میں اچھے بُرے اثرات پیدا ہوئے۔ کمپنی نے بھارت کو قربان کرکے انگلینڈ کو خوش حال کرنے کی پالیسی اختیار کی اور بھارت میں آکر خود کے مفاد کے لیے نوآبادیاتی نظامِ حکومت میں جو اصلاحات کیے اُس سے بھارت کو براہِ راست فائدہ بھی ہوا۔

مشق

1. ذیل کے سوالات کے مختصر جواب لکھیے :

(1) یورپی اقوام کو ہندوستان آنے کا بحری راستہ تلاش کرنا پڑا۔ بیان سمجھایئے۔

(2) ڈیلہاؤزی نے کون کون سے اصلاحی کام کیے؟

(3) ویلزلی کے امدادی منصوبے کی اہم شرائط کون کون سی تھیں؟

(4) ڈیلہاؤزی کی خالصہ پالیسی کے تحت کون کون سی ریاستیں خالصہ ہوئیں۔

2. ذیل کے سوالات کے جواب تفصیل سے دیجیے :

(1) پلاسی جنگ کی مختصر معلومات دیجیے۔

(2) کمپنی اقتدار کے بھارت پر اقتصادی اثرات بیان کیجیے۔

(3) کمپنی اقتدار کے بھارت پر سماجی اثرات بیان کیجیے۔

3. ذیل کے متبادلات میں سے صحیح متبادل پسند کرکے جواب لکھیں :

(1) بھارت آنے کا بحری راستہ کس نے دریافت کیا؟

(A) کولمبس (B) برنس ہینری

(C) واسکو-د-گاما (D) بارتھولومیو ڈائز

(2) بھارت میں قومی تعمیرات کا محکمہ کس کے دور میں قائم ہوا ؟

(A) ویلزلی (B) ڈیلہاوزی

(C) وارن ہیسٹنگز (D) ولیم بینٹک

(3) ذیل میں کون سا بیان غلط ہے؟

(A) 1757ء میں پلاسی کی جنگ ہوئی۔

(B) پلاسی کی جنگ میں کمپنی کو بنگال کے چوبیس پرگنوں کی جاگیر حاصل ہوئی۔

(C) پلاسی کی جنگ سے کمپنی کو بنگال، بہار اور اڑیسہ کا دیوانی اقتدار حاصل ہوا۔

(D) پلاسی کی جنگ میں بنگال کا نواب سراج الدولہ نے حصّہ لیا تھا۔

(4) بھارت میں پہلا گورنر جنرل کون آیا ؟

(A) وارن ہیسٹنگز (B) ویلزلی

(C) ڈیلہاوزی (D) کیننگ

(5) انگریزوں نے تیسری میسور کی جنگ کس کے ساتھ کی ؟

(A) ٹیپو سلطان (B) مراٹھا

(C) نظام (D) حیدر علی

سرگرمی

- عہدِ وسطیٰ کی سماجی، مذہبی اصلاحات کی معلومات جمع کر کے اِن سے متعلق ایک قلمی رسالہ تیار کیجیے۔
- بھارت میں کمپنی اقتدار کے درمیان حکومت کرنے والی دیشی ریاستوں کی فہرست تیار کریں۔
- جغرافیائی دریافتوں کے زمانے کے دوران دریافت کردہ مختلف علاقوں اور دریافت کرنے والوں کے متعلق معلومات جمع کریں۔
- دورِ قدیم اور عہدِ وسطیٰ کے درمیان بھارت کی معاشی خوش حالی کے متعلق معلومات جمع کریں۔

2 پہلی عالمی جنگ اور روسی انقلاب

مغربی یورپ کے ملکوں کی شہنشاہیت کی بھوک اور ملک گیر عالمی ہوس کی وجہ سے انھوں نے ایشیاء اور افریقہ کے ملکوں میں پہنچ کر نو آبادیات قائم کیں اور اپنے اقتدار کی توسیع کی۔ اس کے نتیجے میں یورپ کے ملکوں میں نو آبادیات قائم کرنے کی مقابلہ آرائی شروع ہوئی تھی۔

مغربی یورپ کے اس نو آبادیات بڑھانے کی ہوس والے ملکوں نے ایشیاء، افریقہ کے ملکوں کو اقتصادی، سماجی اور تہذیبی نقصان پہنچایا تھا۔ عالمی سیاست میں اس کے ایسے نتائج حاصل ہوئے کہ جس کی وجہ سے پہلی عالمی جنگ، روسی بالشوِک انقلاب وغیرہ جیسے واقعات رونما ہوئے تھے۔

اچھا تو پیارے طلبہ، چلیے ہم اُس کا تفصیل سے مطالعہ کریں۔

مغربی یورپ اور ایشیا - افریقہ میں نو آبادیاتی نظریہ:

ایشیا، افریقہ میں نو آبادیات قائم کرنے والے مغربی یورپ بالخصوص یورپ کے ممالک تھے۔ ان کی اس ہوس ملک گیری نے ان کے پڑوسی ملکوں کو بھی نہیں چھوڑا تھا۔ نیدھرلینڈ، بیلجیم اور لکزم برگ پر اسپین کا قبضہ تھا۔ بعد میں فرانس نے کچھ علاقے ہڑپ کر لیے تھے۔ پرتگال کا حکمراں لاوارث مرگیا۔ خون کے رشتے کی وجہ سے پرتگال بھی اسپین کے راجا کے ہاتھ آیا۔ اس لیے چھ عشروں تک غیر یورپی ممالک میں نو آبادیات قائم کرنے کا اجارہ صرف اسپین کے پاس رہا۔

اسی طرح فرانس اور آسٹریا کی ملک گیری کی ہوس کا شکار اٹلی اور جرمن کے ممالک بھی ہوئے۔ حالانکہ جب ایشیا - افریقہ کے ممالک پر آزاد یورپی حکومتوں کی گرفت مضبوط ہوگئی تھی اُس وقت یہ سارے ممالک آزاد ہوگئے اور انھوں نے بھی ان کے اگلے مالکوں کا راستہ اپنا کر ایشیا - افریقہ کی بعض ریاستوں کو غلام بنایا تھا۔

ایشیا میں نو آبادیاتی نظریہ: انگلینڈ نے بھارت پر قبضہ جمانے کے بعد پڑوسی ملکوں جیسے شری لنکا، میان مار، سنگاپور اور ملایا میں بھی حکومت قائم کی تھی۔ انگلینڈ آگے چل کر چین میں داخل ہوا لیکن افیون کی تجارت کی وجہ سے انگلینڈ اور چین کے مابین جنگیں ہوئیں (42-1839) جو تاریخ میں افیونی جنگوں کے نام سے مشہور ہیں۔ ان جنگوں میں چین کی شکست سے مزید پانچ بندرگاہیں تجارت کے لیے ملنے کی وجہ سے انگلینڈ کے اقتدار میں اضافہ ہوا۔ چین کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جاپان، روس، جرمن، فرانس، بیلجیم اور افریقہ نے بھی تجارتی اور سیاسی اختیارات حاصل کیے۔

مغربی ایشیا کے ریگستانی علاقوں سے بڑے پیمانے پر نکلنے والا معدنی تیل یورپی عوام کو نو آبادیات قائم کرنے کی طرف کھینچ لایا۔ انگلینڈ، جرمن، روس اور امریکہ نے ایران، عراق، کویت، سعودی عرب اور بحرین میں کمپنیاں قائم کر کے اپنے مفاد کے تحفظ کے لیے کوششیں کیں۔

افریقہ میں نو آبادیاتی نظریہ: پندرہویں صدی کے آخری حصّے میں افریقہ کے جنوبی حصّے میں سب سے پہلے ڈچ اقوام نے نو آبادیات قائم کی تھیں۔ اس کے بعد انگلینڈ نے کیپ میں اور فرانس نے میں شمالی افریقہ کے الجیریا میں تجارتی مرکز قائم کیے تھے۔ صنعتی انقلاب کی وجہ سے خام مال کے حصول اور تیار مال فروخت کرنے کے لیے افریقہ کا وسیع علاقہ زیادہ مناسب دکھائی دیا۔ اس لیے یورپی ممالک میں مختلف مقامات پر نو آبادیات قائم کرنے کے لیے مقابلہ آرائی ہوئی۔ بیلجیم کے راجا لیو پالڈے نے کانگو کے وسیع علاقے پر قبضہ کر کے اپنا اقتدار قائم کیا۔ انگلینڈ نے مصر، مشرقی افریقہ کے بہت سے علاقے نیز جنوبی افریقہ کے ممالک، علاقوں میں اپنے مراکز قائم کیے تھے۔ فرانس نے ٹیونیشیا، مراقش اور مغربی افریقہ کے بہت سے علاقوں میں اپنی حکومت قائم کی۔ جرمنی نے مشرق اور مغربی افریقہ کے کئی علاقوں میں اپنا اقتدار قائم کیا۔ اٹلی نے بحیرۂ قلزم کے اطراف کے افریقی علاقوں پر قبضہ کیا۔ اسپین اور پرتگال نے بھی افریقہ کے بہت سارے علاقوں پر قبضہ کیا۔ ان ممالک کے علاقے حاصل کرنے کی مقابلہ آرائی کے دوران (1884 تا 1885ء) برلین میں یورپی ملکوں کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ اس میں افریقہ کے مختلف علاقوں کا بٹوارہ ہوا۔ اس طرح سارے افریقہ میں یورپ کے مختلف مُلکوں نے اپنی حکومتیں قائم کیں۔

ایک طرف یورپ کے نو آبادیات حاصل کرنے والے حریص ممالک ایشیا-افریقہ کے علاقوں میں اپنی خود کی نو آبادیاں قائم کر کے اپنا قبضہ جمانا چاہتے تھے۔ وہاں دوسری طرف جرمنی اور اٹلی کا الحاق ہوگیا تھا۔ اس لیے جرمنی بھی صنعت کاری، تجارت کاری اور نو آباد کاری کی مقابلہ آرائی میں خود بھی کود پڑا۔ اس طرح تیزی سے بدلتے ہوئے حالات نے ان ملکوں کا سیاسی، اقتصادی اور سماجی استحصال کیا تھا۔ اس طرح سے ان کی ترقی میں کمی واقع ہوئی اور جو پہلی عالمی جنگ کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔

پہلی عالمی جنگ (1914-1918) کے عوامل

جدید دُنیا کے کچھ دِل سوز اور ناقابلِ فراموش واقعات میں سے ایک واقعہ عالمی جنگ کا شمار کیا جاتا ہے۔ عالمی جنگ کوئی ایک آدھ- دو واقعات یا عوامل کے سبب ہوئی نہ تھی بلکہ اس کے پس پردہ کئی وجوہات ذمہ دار تھیں۔ پہلی عالمی جنگ کا آغاز 1 راگست 1914ء کے روز ہوا۔ جرمنی نے سیڈان کی جنگ میں فرانس کو شکست دی۔ اس وجہ سے فرانس کو فرینک فرٹ کا معاہدہ کرنا پڑا (1871ء)۔ اس کے مطابق جنگ جرمانے کے طور پر خود کے دو علاقے آلسیس اور لورینس جرمنی کو دینے پڑے۔ فرانس اس بے عزتی کو کبھی بھی بھلا نہ سکا۔ اس طرح فرینک فرٹ معاہدہ ہی پہلی عالمی جنگ کا سبب بنا تھا۔ ایک جنگ کے خاتمے کے ساتھ ہی دوسری جنگ کے بیج بوئے جاچکے تھے۔

(1) **اقتصادی عوامل :** 19 ویں صدی میں انگلینڈ نے ایشیا اور افریقہ میں وسیع حکومت کی بنیاد قائم کی تھی۔ وہ اپنے نوآبادیات کا مالی استحصال کرکے مالدار ہوا۔ صنعتی انقلاب اور نوآبادیاتی نظریے کی تیز اشاعت کی وجہ سے یوروپ کو خام مال کی ضرورت پیش آئی۔ 19 ویں صدی کے آخری پچیس سالوں میں جرمنی نے ایشیا اور افریقہ کے بازاروں کو حاصل کرنے کے لیے مقابلہ آرائی شروع کردی تھی۔ جرمنی نے انگلینڈ اور فرانس کے مقابلے میں سستا مال بیچنا شروع کیا۔ اس نے ایشیا اور افریقہ کے، انگلینڈ اور فرانس کے بازاروں کو توڑ دیے۔ اس سبب سے ایک طرف جرمنی اور دوسری طرف انگلینڈ کے مابین شدید اقتصادی مقابلہ آرائی ہوئی تھی۔

(2) **فوجی نظریہ :** یورپ کے ممالک میں علاقائی توسیع کے لیے جو مقابلہ آرائی ہوئی اس کے لیے لشکری طاقت ضروری اور اہمیت کی حامل تھی۔ انگلینڈ، فرانس، آسٹریا، روس وغیرہ ممالک اپنی فوجی طاقت میں اضافہ کرنے لگے۔ جاپان، اِٹلی، جرمنی جیسے ملکوں میں لازمی فوجی تعلیم شروع ہوگئی تھی۔ ذاتی تحفظ کے بہانے کے تحت ہتھیاروں کی بناوٹ میں اضافہ کیا۔ اس طرح لشکری نظریے کو تقویت ملی اور اقتصادی مقابلہ آرائی میں لشکری مقابلہ آرائی شامل ہونے سے جنگ کا ماحول کچھ زیادہ ہی شدید ہوگیا تھا۔

(3) **گروہ بندی - خفیہ معاہدے :** پہلی عالمی جنگ واقع ہونے میں گروہ بندیوں اور خفیہ معاہدوں کا اہم رول رہا ہے۔ پہلی عالمی جنگ کے پہلے دنیا دو گروہوں میں بٹ چکی تھی۔ ایک طرف جرمنی، آسٹریا، ہنگری، بلگیریا اور ترکستان کا گروہ تھا تو دوسری طرف انگلینڈ، فرانس، روس اور جاپان کا گروہ تھا۔ ان دونوں گروہوں کے بیچ میں حسد، دُشمنی، شک وشبہ، خوف وحقارت کا جذبہ بیدار ہوا جو پہلی عالمی جنگ کے اہم عوامل بنے تھے۔

(4) **شدید وطن پرستی کا جذبہ :** بیلجیم اور یونان کی آزادی اور اِٹلی اور جرمنی کا الحاق شدید وطن پرستی کا ہی نتیجہ تھا۔ مگر اُس کے بعد یورپ میں قوم پرستی کا جذبہ شدت پسند اور تنگ نظری کی شکل اختیار کر چکا تھا۔ یورپ میں اقتصادی حسد اور کھینچا تانی، مقابلہ آرائیاں اور سامراجیت اس طرح بڑھ گئی تھی کہ ایک دوسرے ملکوں کے مفادات آپس میں ٹکرانے لگے۔ یورپ کے سربراہ ملکوں نے اپنی رعایا کو انتہا پسندی اور جارحانہ قوم پرستی کے اسباق پڑھائے۔ اپنے ملک کے لیے پیار اور دوسرے ممالک کے لیے حقارت کو فروغ دیا جانے لگا۔ جرمنی کا بادشاہ قیصر ولیم دوم انتہا پسند قوم پرستی اور سامراجیت کا علم بردار تھا۔ وہ نہایت اعلیٰ نصب العین رکھتا تھا اور عالمی اقتدار پالیسی میں عقیدت رکھتا تھا۔ وہ اپنی بے پناہ فوجی طاقت سے خود کی من مانی کرنا چاہتا تھا۔ اُس نے جرمن اور دیگر ملکوں میں جنگ کے جذبے کو اُکسایا اور یہی پہلی عالمی جنگ کی شکل میں تبدیل ہوگئی۔

(5) **اخباروں کا عطیہ :** یورپ کے ملکوں کے اخباروں نے بڑے سخت، بھڑکانے والے اور مبالغہ آمیز اور جھوٹی تحریروں سے آپس میں دشمن ملکوں کے خلاف زہر اُگل کر عوام میں دشمنی کے جذبے کو اُس حد تک بھڑکایا کہ اہل اقتدار امن وسکون قائم کرنا یا سمجھوتہ کروانے کی کوششیں بھی کر نہ سکیں۔

(6) **جنگ کے متعلق فلسفہ :** یورپ میں اب ''جنگ ہی فلاح ہے'' اس پالسی کا زور بڑھنے لگا۔ ٹری ٹسکے جرمن جیسے ادیبوں نے اس اصول کو عوام میں یہ مقبول کروایا کہ ''صرف طاقتور کو ہی جینے کا حق ہے'' اور ''جنگ ہی قومی ضرورت ہے'' نِتشے نامی ادیب نے جنگ کو ایک مبارک کام گنوایا تھا۔

آسٹریا کا شہزادہ اور اس کی بیوی کو بلیک ہینڈ نامی سرویا کے شدت پسند ادارے کے ایک رُکن نے گولی مار کر ہلاک کردیا۔ اس قتل میں سرویا کا ہاتھ ہونے کا آسٹریا حکومت پر الزام لگایا اور 48 گھنٹے میں گنہگار کو گرفتار کرکے آسٹریا میں پیش کیا جائے یہ الٹی میٹم (آخری انتباہ) دے ڈالا۔ سرویا نے اس بات سے اُس کو کوئی سروکار نہیں ہے۔ آسٹریا نے سرویا کی ایک نہ سُنی اور سرویا کے خلاف جنگ کا اعلان کردیا۔ اس طرح پہلی عالمی جنگ کا آغاز ہوا۔

پہلی عالمی جنگ کا واقعہ

پہلی عالمی جنگ کے دوران دوست ریاستوں کی طرف سے 24 اور (محوری طاقتیں) محوری ریاستوں کی طرف سے 4 ریاستوں نے حصّہ لیا۔ جرمنی نے شروعات میں یورپ میں نمایاں فتح حاصل کیں۔ فرانس کی فوج کو اس نے نیست ونابود کردیا۔ اس نے خوفناک سمرین جنگ کے ذریعے دوست ریاستوں کے جہاز ڈبو دیے۔ ٹینکوں، زہریلی گیس وغیرہ کے ذریعے لاکھوں فوجیوں اور شہریوں کی ہلاکت ہوئی۔ روس میں انقلاب (1917ء) ہونے کی وجہ سے روس اس جنگ سے الگ ہوگیا۔ اس وقت جرمنی کافی طاقتور ملک تھا۔ اُس نے ایک امریکی جہاز ''لیوسی ٹانیا'' کو ڈبو دیا۔ اس میں 147 امریکی فوجی ہلاک ہوئے۔ نتیجتاً امریکہ دوست ریاستوں کے حق میں اس جنگ میں شامل ہوا (اپریل 1917ء)۔ اس کے ساتھ ہی پنامہ، یونان، کیوبا، چین اور شام (سیام) جیسے ممالک دوست ریاستوں کے حق میں شامل ہوگئے۔ اس طرح دوست ممالک کی طاقت میں اضافہ ہوا۔ امریکہ کے لشکر کے سامنے جرمن کی فوج نہ ٹِک سکی اور پوری جنگ کا نقشہ ہی بدل گیا۔ بلگیریا (ستمبر 1918ء)، ترکی (اکتوبر 1918ء) اور آسٹریا دوست ممالک کی پناہ میں آگئے۔ جرمن شہنشاہ قیصر راج گدی چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ جرمن جمہوریہ نے 11 نومبر 1918ء کے روز دوست ریاستوں کی پناہ گیری قبول کی۔ جنگ معطّل کے معاہدے پر دستخط کیے اور عالمی جنگ کا خاتمہ ہوا تھا۔

پہلی عالمی جنگ کے نتائج - فوری نتائج

(1) جان مال کا نقصان: تقریباً 6.5 کروڑ لوگوں نے جنگ میں حصّہ لیا۔ ایک کروڑ لوگ ہلاک ہوئے، 2 کروڑ زخمی ہوئے، 70 لاکھ لوگ دائمی معذور ہوگئے۔ جنگ کے بعد بیماری کی وبا پھیلی۔ بھوک مری، قتلِ عام کی وجہ سے مرنے والوں کی تعداد زیادہ تھی۔ جنگ کا کل خرچ بہت زیادہ ہوا تھا۔

(2) سماجی تبدیلیاں: دُنیا کے ہر ایک ملک میں جنگ کے دوران مرد جنگی محاذ پر ہونے سے عورتوں کو خاندانی اور معاشی ذمہ داریاں اٹھانی پڑیں۔ گھر کی چار دیواروں سے باہر آکر عورتوں نے معاشی شعبے میں کامیابی کے ساتھ ذمہ داری اٹھائیں۔ اس وجہ سے ان میں مرد کے شانہ بہ شانہ ہونے کے احساس میں اضافہ ہوا۔ اس سبب عورتوں کو ووٹ دینے کے حق کی تحریکیں چلائی گئیں۔ جنگ کے دوران روز مرہ کی ضروری اشیاء کی پیداوار میں کمی واقع ہوئی جس سے قلت، بیکاری، بھوک مری، ہڑتالیں، تالابندی، وغیرہ جیسے مسائل نے سر اٹھایا۔ عوام بے شمار تکالیف کا شکار ہوگئے تھے۔ بچوں کی حالت ناقابل بیان تھی۔

(3) ورسیلز کا معاہدہ جون 1919ء: پہلی عالمی جنگ کے آخری مرحلے میں جرمنی کے ذریعے دوست ریاستوں کی غیر شرطی پناہ گیری قبول کرنے پر جنگ کا خاتمہ ہوا۔ اس کے بعد دوست ریاستوں نے راجدھانی پیرس بمقام ''امن طریقۂ کار'' پر توجہ دی۔ جس میں 58 جتنے کمیشنوں کی تشکیل اور 145 جتنے اجلاس منعقد کیے گئے تھے۔ پیرس امن اجتماع میں جرمنی کے ساتھ جو معاہدہ کیا گیا وہ ورسیلز کے شیش محل (ہر رپیلیس) میں کرنے کی وجہ سے یہ معاہدہ بطور وَرسیلز کا معاہدہ جانا جاتا ہے۔ ورسیلز کے اس معاہدے کی چار قسمی تجاویز یہ تھیں: (1) علاقائی انتظام (2) ہتھیاروں کو ترک کرنا، فوج میں تخفیف (3) جنگ میں ہفتہ واری معاوضے کا اہتمام اور جنگ کا جرمانہ (4) دیگر تجاویز۔ اس معاہدے میں امریکہ کے صدر ووڈرو وِلسن، برطانوی وزیر اعظم لارڈ جیورج، فرانس کے صدر کلے مین سو نے اور اٹلی کے اورلینڈو نے اہم کارگزاریاں کی تھیں۔ اس جنگ میں جرمنی کو ذمہ دار ٹھہرایا گیا۔ جرمنی پر 6.5 ارب پاؤنڈ کا جنگ کا جرمانہ لگایا گیا۔ اس کے 'روہر' جیسے صوبے فرانس کو دینے پڑے۔ اُس کی رہا اِین ندی بین الاقوامی بحری راستے کے لیے کھول دی گئی۔ فرانس کی سرحد پر واقع شہر 'رہاان لینڈ' علاقے میں قلعہ بندی پر پابندی عائد کردی۔ نیز معدنی دولت سے مالا مال علاقہ 15 سال کے لیے فرانس کو دینا پڑا۔ اس کی زیادہ تر نوآبادیاں چھین لی گئیں۔ آلیس اور لورینس فرانس کو واپس کردیے گئے۔ اس کے علاوہ ہر سال اُس کو بڑے پیمانے پر کوئلہ اور لوہا فرانس اور دوست ملکوں کو جنگ کے جرمانے کے طور پر دینے پڑے۔ مندرجہ بالا تمام شرائط پر جرمنی سے زبردستی سے (بالجبر) بندوق کی نوک پر دستخط کروائے تھے۔ اس لیے جرمن عوام میں ایک طرح کی مایوسی، لاچاری نظر آنے لگی۔ نتیجتاً جرمنی کا اقتصادی نظام درہم برہم ہوگیا۔

(5) دور رساں نتائج: جنگ میں شکست شدہ ممالک کے ساتھ معاہدہ کیا گیا۔ اُس میں بدلے کا جذبہ کارفرما تھا۔ اس وجہ سے دُنیا میں امن قائم نہ ہوسکا۔ کمیونسٹ روس کو اقوام متحدہ میں مقام نہیں دیا گیا۔ امریکہ اقوام متحدہ میں شامل نہ ہوا اس وجہ سے دوسری عالمی جنگ کا سبب پہلی عالمی جنگ کے امن کے طریقۂ کار میں ہی پنہاں تھا، ایسا کہا جاسکتا ہے۔

روس کا بالشوِک انقلاب 1917ء

عیسوی سن 1917ء میں روس میں انقلاب ہوا۔ وہ عالمی تاریخ کا ایک اہم واقعہ مانا جاتا ہے۔ سیاسی دباؤ میں روسی عوام زار شاہی ظلم وستم سے بُری طرح کچلی جارہی تھی۔ پشت در پشت آنے والے سبھی زار بادشاہ خودمختار، خودسر و بے لگام اقتدار کا استعمال کرتے تھے۔ زار کے دورِ اقتدار میں عوام کو کوئی اختیار نہیں دیے تھے۔ عوام پر بادشاہوں کی خودمختاری، زار شاہی اس قدر سخت تھی کہ اگر کوئی شخص حق طلبی کرے تو اُس پر طرح طرح کے ظلم ڈھائے جاتے یا اُسے سائبیریا کے- ہڈیوں کو منجمد کردے ایسے قاتل ٹھنڈے علاقے میں سزا کے طور پر بھیج دیا جاتا۔ یہ بے لگام اقتدار اور ظلم واستبداد والی بادشاہت عوام کے لیے دُکھ، تکلیف، غریبی اور مصیبتوں کی وجہ بن گئی۔ روس کے کسان، کھیت مزدور، دہقان وغیرہ بے حد کام کرنے کے باوجود بھی ان کے کام کے عوض معقول اجرت نہیں ملتی۔ ان کی حالت کافی نادر وکنگال ہوچکی تھی۔

فادر گپون نامی ایک راہب کی زیرِ قیادت ایک عظیم اجلاس کی شکل میں لوگ زار کے محل ونٹر پیلیس پہنچے (22 جنوری 1905 بروز اِتوار) یہ سبھی لوگ بنا ہتھیار ہی تھے۔ کچھ لوگوں کے ہاتھ میں زار کی تصویر تھی۔ ''روس کا گورا چھوٹا مالک تم خوب جیو لمبی عمر پاؤ'' ایسے نعرے لکھے ہوئے تھے۔ ان معصوم لوگوں پر زار کے فوجیوں نے اندھا دُھند گولیاں چلا دی جس میں ہزاروں بے گناہ مارے گئے۔ جہاں پر زار کا محل تھا وہ سینٹ پیٹسبرگ کا برف لہو سے سُرخ ہوگیا۔ اُس دِن کو تاریخ میں خوں ریز اتوار کے طور پر یاد کیا جاتا ہے۔ اس عرصے میں روس-جاپان جنگ (05-1904) میں روس کو بیحد چھوٹے ملک جاپان نے عظیم یورپی ملک روس کو دی گئی شکست کی وجہ سے زار شاہی کی کمزوریاں ظاہر ہونے سے روس کی زیادہ تر عوام بھڑک اُٹھی۔ روسی عوام کے غم وغصّے کو پہچان کر اُسے سرد کرنے کے لیے اب تک کئی سالوں سے جس کو طلب نہیں کیا گیا تھا ایسی ڈیوما (قانون ساز اسمبلی) کو طلب کرنے کا اعلان کیا گیا۔ کچھ مدّت کا وقفہ رکھ کر چار ڈیوما طلب کی گئی مگر وہ عوام کے لیے اطمینان بخش اقدامات اٹھائے اس سے پہلے اُسے برخاست کردیا گیا۔

8 مارچ 1917 کے روز پیٹروگارڈ کے کچلے ہوئے مزدوروں نے ہڑتال کا اعلان کردیا۔ اُس وقت اس واقعے کو دبانے کے لیے زار نے لشکر بھیجا، مگر لشکر نے گولی باری سے انکار کردیا۔ اس کے بعد انقلاب کا آغاز ہوگیا۔ زار شاہی کے خاتمے کے بعد کیرینسکی کی قیادت والی مینشیوک پارٹی (اقلیتی) کے ہاتھ میں اقتدار آیا۔ زار شاہی کی بربادی سے ایک لینِن کو چھوڑ کر روس کی تمام عوام خوش تھی مگر لینِن کارل مارکس کے نظریے کے مطابق مزدوروں کے غلبے کو ہی ترجیح دیتا تھا جب کہ مینشیوک پارٹی میں متوسط طبقے کے لوگوں کا غلبہ تھا۔ اس کے نتیجے میں اُس نے بالشوِک کو مینشوِک کے خلاف ورغلا کر نومبر 1917 میں آخری انقلاب کر کے اقتدار خود کے اختیار میں کرلیا۔ جو سماجی بالشوِک انقلاب کے نام سے جانا جاتا ہے۔

اس طرح زار شاہی کے 300 سال کی حکومت کا تختہ اُکھڑ گیا۔ 300 سال کی تاریخ میں روس پہلی بار بنا زار کے بنا۔

امنِ عالم کی کوششیں

راشٹر سنگھ

عالمی جنگ کے بھیانک واقعات نے دُنیا کے ملکوں کو امنِ عالم کی ضرورت سے واقف کیا اور اس کے لیے بین الاقوامی اجتماع کی ضرورت کا احساس ہونے پر امنِ عالم کی سمت جلد از جلد سرگرم ہوکر سوچنے پر مجبور کیا۔ امریکہ کے صدر وُڈرو وِلسن نے راشٹر سنگھ کے انعقاد میں مخصوص کردار ادا کیا۔ وُڈرو وِلسن کے 14 نکات کو پیش کرتے ہوئے 'پیرس امن' طریقۂ کار میں 10 جنوری 1920 کے روز راشٹر سنگھ (The League of Nations) قائم کیا گیا۔

راشٹر سنگھ کے مقاصد

(1) بین الاقوامی امن اور سلامتی کو برقرار رکھنا۔
(2) ہر ایک ملک دوسرے ملک کی سالمیت کو برقرار رکھے۔
(3) جنگ پالسی کو ترک کرنا۔
(4) بین الاقوامی تعلقات کی توسیع کرنا۔
(5) بین الاقوامی تنازعات کا پُرامن طریقے سے یا ثالث کے ذریعے حل تلاش کرنا۔
(6) اگر کوئی ملک راشٹر سنگھ یا ثالث کو نظر انداز کرتا ہے تو اُس کو باغی ملک کے طور پر ظاہر کرنا۔

امنِ عالم کو قائم کرنے کے لیے قائم شدہ راشٹر سنگھ عظیم طاقتوں کی سامراجی پالسیوں پر قابو نہ پاسکا اور 1939ء میں دوسری عالمی جنگ شروع ہوگئی۔

مشق

1. ذیل کے سوالات کے تفصیل سے جواب دیجیے :

(1) مغربی یورپ، ایشیا اور افریقہ میں نوآبادیاں قائم کرنے کا طریقۂ کار بیان کیجیے۔

(2) پہلی عالمی جنگ کے ذمہ دار عوامل بیان کیجیے۔

(3) پہلی عالمی جنگ کے نتائج لکھیے ۔

2. مختصر نوٹ لکھیے :

(1) روسی انقلاب

(2) پہلی عالمی جنگ کے واقعات

(3) راشٹر سنگھ کے مقاصد

3. وجوہات دیجیے:

(1) پہلی عالمی جنگ کے بعد راشٹر سنگھ قائم کیا گیا۔

(2) 22 جنوری 1905 کے روز کو روس کے ''خون ریز اتوار'' کے طور پر پہچانا جاتا ہے ۔

4. ذیل کے متبادلات میں سے صحیح متبادل پسند کر کے جواب لکھیے :

(1) پہلی عالمی جنگ کے بیج کس معاہدے میں بوئے گئے تھے؟

(A) ورسیلز　(B) فرینک فرٹ

(C) فرانس اور برطانیہ کا معاہدہ　(D) جرمنی اور ہنگیری کا معاہدہ

(2) پہلی عالمی جنگ کے خاتمے پر کون سا معاہدہ ہوا ؟

(A) ورسیلز کا معاہدہ　(B) خفیہ معاہدہ

(C) لیٹرن کا معاہدہ　(D) فرینک فرٹ کا معاہدہ

(3) فرینک فرٹ کے معاہدہ میں فرانس نے کون سے علاقے گنوائے تھے؟

(A) ڈینزنگ علاقے　(B) آلسیس اور لورینس کے علاقے

(C) مغربی روس کے علاقے　(D) انگلینڈ کے علاقے

3 عالمِ جدید کی جانب سفر

دوجنگوں کے مابین عالمی رویں

پہلی عالمی جنگ کے بعدلوگوں کی مالی حالت بدتر ہوگئی۔ اُسے بہتر بنانے میں اُس زمانے کی حکومتیں ناکام رہیں۔ اس وجہ سے جمہوریت سے لوگوں کا اعتماد اُٹھ گیا۔ کچھ ممالک میں خودمختار شاہی کا عروج ہوا اور یہی وجہ دوسری عالمی جنگ ہونے کے ذمہ دارعوامل بنے۔ اس سے متعلق ذیل کے واقعات کی ترتیب کا مطالعہ کریں۔

(1) اِٹلی میں فاشزم (2) جرمن میں نازی ایزم (3) جاپان میں عسکریت (لشکری نظریہ) (4) عالمی عظیم کساد بازاری (33-1929)۔

(1) اِٹلی میں فاشیزم: اِٹلی پہلی عالمی جنگ میں فاتح ممالک کی جانب تھا اور انہی کی جانب رہ کر یہ جنگ لڑی۔ اس جنگ میں اِٹلی کو 12 ارب ڈالر کا بڑا خرچ ہوا۔ 6 لاکھ فوجیوں کی ہلاکت کے باوجود فاتح دوست ممالک نے اپنے من پسند علاقے حاصل کرلیے اور اِٹلی کو اس سلسلے میں نظر انداز کیا گیا۔ اس وجہ سے اِٹلی کافی ناراض ہوا۔ اِٹلی کا قومی وقار مجروح ہوا۔ ایسے حالات کی ذمہ دارخود اٹلی کی حکومت ہے یہ سوچ کر اٹلی کی عوام نے اپنے ملک کی قیادت کسی بہادر جنگ جو کے ہاتھوں سپرد کرنا چاہا۔ اٹلی کے لوگ بے عزّتی کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔ اٹلی کو ایسے نازک حالات سے باہر نکالنے کے لیے بینیٹو مُسولینی نے فاشِسٹ پارٹی قائم کی۔ 'لکڑوں کی گٹھڑی اور کلہاڑی' جو روم کے شہنشاہوں کے اعلیٰ مرتبے کی علامت ہے، اس نشان کو اس نے اپنایا تھا۔ فاشیزم اٹلی کے فاشیز لفظ سے وضع ہوا ہے۔ فاشیز کا معنی ملک کی تمام چیزوں پر حکومت کا اختیار ہوتا ہے۔مسولینی کا نعرہ تھا ''ایک پارٹی ایک قائد''۔ اس نے اپنی پارٹی کے رضا کاروں کو فوجی تعلیم دی۔ ان کی وردی کالے رنگ کی تھی۔مسولینی نے اقتدار حاصل کرنے کے بعد بحیرۂ روم کے رہوڈز اور ڈوڈیکانیز جزیرے ترکی سے چھین لیے۔ 1924 میں البینیا، ابیسینیا اور فیوم بندرگاہیں فتح کرلیں۔ اتنی کامیابی حاصل کرنے کے بعدمسولینی نے اپنا رشتہ راشٹر سنگھ سے منقطع کرلیا اور روم، برلین، ٹوکیوجیسی محوری طاقتوں کے ساتھ شامل ہوگیا۔ اس طرح اٹلی دوسری عالمی جنگ کا ایک ذمہ دارعوامل بنا۔

(2) جرمنی نازی اِزم: پہلی عالمی جنگ میں جرمنی کوشکست ہوئی۔ وہ مالی اعتبار سے پامال ہوگیا۔ پیرس کی امن کونسل نے ورسیلز کے معاہدے پر دستخط کرنے پر مجبور کردیا۔ اس غیر منصفانہ معاہدے سے جرمن عوام کافی ناراض تھی۔ ایڈالف ہٹلر 'نیشنل سوشلسٹ جرمن ورکرز پارٹی' میں (1919) شامل ہوا۔ یہ پارٹی نازی پارٹی کے نام سے مشہور ہے۔ نازی پارٹی کے نظریے میں سوشلزم اور نیشنلزم دونوں کا اشتراک تھا۔ جرمنی کے راشٹرپتی ہنڈین برگ کا انتقال ہونے پر ہٹلر نے صدارت حاصل کرکے جرمنی میں آمریت (خودمختارشاہی) قائم کی۔ ہٹلر نے شدت پسندی اور جارہانہ پالسی اپنائی۔ وہاں کی عوام کو تنگ نظر وطن پرستی کی طرف راغب کیا۔ جرمنی عوام ہٹلر کو فیوہرر (نجات دہندہ) مانتے تھے۔

نازی سپاہی نیلے رنگ کا لباس پہنتے تھے اور کندھوں پر لال رنگ کی پٹیاں چسپاں کرتے اور سوستِک 卐 جیسے نشان کا استعمال کرتے۔ اقتدار حاصل کرنے کے بعدہٹلر کا خودسر، اقتدار وجنگ پسند مزاج واضح طور پر دیکھا گیا۔ اس کا اہم مقصد جرمنی کو ایک عظیم طاقت کے طور پر ابھرتا ہوا دیکھنا تھا۔ اس کی پالسیوں کا ہدف جرمن نسل کو پاک صاف کرنے کے نام پر یہودیوں، جِپسیوں اور ذہنی اعتبار سے غیرمتوازن لوگوں کوختم کرنا تھا۔ دوسری عالمی جنگ کےختم ہونے تک کئی یہودیوں نے اپنی جان گنوائی جو ہولوکاسٹ (قتل عام) کے طور پر پہچانا جاتا ہے۔ ہٹلر کا توسیع کا نظریہ، ہمسایہ ملکوں کے ساتھ فوجی اقدامات اورمخصوص گروہ کو نیست ونابود کرنے کی پالسی دُنیا کو دوسری عالمی جنگ کی طرف راغب کرتی اہم وجوہات بنی۔

(3) جاپان میں عسکریت (لشکری نظریہ) : پہلی عالمی جنگ کے بعد 1919 کی ورسیلز کے معاہدے میں جاپان نے چاہا تھا اتنے علاقوں کا فائدہ نہیں ہوا۔ جرمنی کے کئی نوآبادیات انگلینڈ اور فرانس نے تقسیم کرلیے۔ اس سے جاپان کو بڑی بے اطمینانی ہوئی۔ 22-1921 کی واشنگٹن کونسل میں انگلینڈ اور امریکہ کے بحری دستوں میں صرف 35% بحری دستہ رکھنے کی درخواست کومنظور کرنی پڑی۔ اس کوسخالین اور سائبیریا جزیرہ خالی کرنا پڑا۔ اس وجہ سے جاپان کا نوجوان طبقہ خفا ہوگیا۔ اس عرصے میں جاپان میں انتخاب ہوئے، اُس میں لشکری طرز کے اقتدار کی طرفدار پارٹیوں کو اکثریت حاصل ہوئی۔ جاپان کے فوجی نیشنلزم نے توسیع کی پالسی کوفروغ دیا۔ جاپان کو راشٹرسنگھ کی کونسل میں دائمی رکنیت مل نہ سکی۔ جاپان کی سامراجی سرگرمیوں کومغربی ممالک روک نہ سکے۔ جاپان نے منچوریہ پر قبضہ جما کر وہاں خود کی منچوکوحکومت قائم کی (1932)۔ اس کے علاوہ جاپان نے کوریا، منگولیہ، سانٹنگ اورچین کے کچھ علاقوں پر قبضہ کیا اور جرمنی اور اٹلی سے اپنے تعلقات بحال کرکے خود کے سامراجی نظریے کے تمام راستے کھول دیے۔شہنشاہ میجی کے بعد 1936 میں تخت نشین ہونے والے شہنشاہ ہیروہیٹو نے بھی جاپان کی اس سرگرمیوں کی

حوصلہ افزائی کی۔اس طرح جاپان نے راشٹر سنگھ کو ترک کر دیا (1933)۔

(4) عالمی کساد بازی (1929) : یورپ کے زیادہ تر ممالک کے سربراہوں کا یہ خیال تھا کہ عالمی جنگ ختم ہونے کے ساتھ ہی جنگ کے مابعد پیدا ہونے والے مسائل بھی ختم ہو جائیں گے مگر ان کا یہ خیال غلط نکلا۔ یکا یک امریکہ کی 'وال سٹریٹ' شیئر بازار • دار المبادلہ) کافی بڑے پیمانے میں حصص فروخت کے لیے آنے سے حصص کی قیمت میں بھیانک طریقے سے کمی واقع ہونے لگی۔ لہٰذا اُس کے تبصرہ نگاروں نے 'وال اسٹریٹ بحران' کے نام سے تعبیر کیا تھا (24 اکتوبر 1929)۔ اس بحران نے دُنیا کے اقتصادی حالات کو ڈانواں ڈول کر دیا تھا اور جس سے دُنیا میں کساد بازاری پیدا ہوئی تھی۔ دُنیا کے زیادہ تر ممالک اس کساد بازار کی زد میں آ گئے تھے۔ گریٹ برٹین جیسی عظیم طاقت کو بھی اپنی کرنسی پاؤنڈ کے برابر سونے کی مقدار رکھی جانے والی پالسی کو ترک کرنا پڑا۔ اس کے اثرات دُنیا کے دیگر ممالک اور بین الاقوامی تجارت-صنعت میں بھی دیکھا گیا۔ امریکہ جیسے خوشحال ملک کو بھی اس اقتصادی حالات کی ان دیکھی کرتے ہوئے سخت پابندیاں نافذ کرنی پڑی۔ عالمی تجارت کم ہوتے ہوتے آدھی ہو چکی۔ اس طرح دوسری عالمی جنگ کا ڈھانچہ تیار ہو گیا۔

دوسری عالمی جنگ (1939-1945) - عوامل

پہلی عالمی جنگ کے اختتام پر ورسیلز کے معاہدے میں ہی دوسری عالمی جنگ کے بیج بوئے جا چکے تھے۔ پیرس امن طریقۂ کار کے انقلابیوں نے کئی ممالک کو ناخوش کیا تھا۔ اس کے بعد پیش آنے والے واقعات نے دنیا کو دوسری عالمی جنگ کی طرف گامزن کیا۔

تو آیئے پیارے طلبہ، ہم دوسری عالمی جنگ کے ذمہ دار عوامل کا مطالعہ کریں۔

دوسری عالمی جنگ کے عوامل

(1) تشدد پسند نیشنلزم : پہلی عالمی جنگ کے بعد جرمنی، جاپان اور اٹلی میں تشدد پسند نیشنلزم کا عروج ہوا۔ ورسیلز کا معاہدہ جرمنی اور اس کی عوام کبھی فراموش نہ کر سکی۔ اس وجہ سے جرمنی میں نازی ازم نظریے کے مدنظر جہاں جہاں جرمنی عوام کا بود و باش ہو وہ علاقے جرمنی کو ملنا چاہیے، ایسا کہہ کر آسٹریا اور جیکوسلاویکہ کے کچھ علاقے ہٹلر نے ہڑپ کر لیے تھے۔ ورسیلز کے معاہدے میں اٹلی کو نظر انداز کیا گیا تھا۔ یہ بات اس کی عوام فراموش نہ کر سکی تھی۔ اٹلی میں مسولینی نے فاشِسٹ پارٹی کی زیرِ قیادت تشدد پسند نیشنلزم کی شروعات کر کے آمریت کی پالسی اختیار کی۔ دوسری طرف جاپان بھی آمریت کی دوڑ میں شامل ہو گیا۔ اس طرح عالمی امن کو خطرہ لاحق ہو گیا۔

(2) گروہ بندیاں : پہلی عالمی جنگ کے بعد فرانس کو ہر وقت خوف لاحق رہتا۔ اس وجہ سے اُس نے بیلجیم، پولینڈ، رومانیہ اور جیکوسلاویکہ کے ساتھ دوستی کے معاہدے کیے۔

- اٹلی نے جیکوسلاویکہ، یوگوسلاویہ، رومانیہ، ہنگیری، یونان، ترکی اور آسٹریا کے ساتھ معاہدہ کیا۔
- روس نے جرمنی، ترکی، لیتھوآنیہ اور ایران کے ساتھ معاہدہ کیا۔
- اِٹلی نے جرمنی اور جاپان کے تعاون سے روم، برلین، ٹوکیو، محوری (طاقتوں) کی تشکیل کی۔
- اِنگلینڈ اور فرانس نے جمہوری قدروں والا دوسرا گروہ قائم کیا۔ جرمنی نے روس کے ساتھ غیر حملہ آوری معاہدہ کیا۔ اس طرح دُنیا میں خوف و ہراس کا ماحول پیدا ہو گیا تھا۔ اس عوامل نے عالمی جنگ کو ہوا دی۔

(3) عسکریت (لشکری نظریہ) : پہلی عالمی جنگ کے بعد دُنیا میں امن قائم رہے ایسی کوششیں کی گئی تھیں۔ اس سے برعکس یوروپین ممالک خود کو ہتھیاروں سے لیس کرنے کی مقابلہ آرائی میں مصروف تھے۔ یورپ کے کئی ممالک میں صرف اور صرف ہتھیاروں کی تیاری میں اضافہ ہوا۔ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہتھیار تیار کیے جاتے تھے۔ روس، جرمنی جیسے کچھ ملکوں نے تو فوج میں لازمی تعلیم کی شروعات کی۔ ہر مُلک نے بحری، ہوائی اور پیدل دستوں میں اضافہ کیا۔ مشرق میں جاپان نے اپنی فوجی طاقت میں اضافہ کیا۔ آخر میں انگلینڈ اور فرانس نے بھی اسلحہ جات کو بہتر بنانے اور اضافے کرنے سے دوسری عالمی جنگ کی اشاعت کے نقارے بجنے لگے۔

(4) راشٹر سنگھ کی ناکامیابی : پہلی عالمی جنگ کے بعد دُنیا میں امن قائم ہو اس واسطے راشٹر سنگھ قائم کی گئی۔ مگر راشٹر سنگھ کے پاس دُنیا کے ملکوں پر (ہمہ گیر اقتدار رکھ سکے) ایسی سالمیت تنظیم نہ بن سکی یا اُس کے پاس اپنے اصولوں کو بجالانے کے لیے کوئی فوج نہیں تھی۔ ممبر ممالک راشٹر سنگھ کے پاس خود کا تنازعہ لانے کے

لیے یا اُس کے فیصلوں کو منظور رکھنے کے لیے کار بند نہیں تھے۔ کچھ ممالک تو راشٹر سنگھ سے نکل چکے تھے۔ ابتدا میں روس اور جرمنی نے راشٹر سنگھ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اُس کے بعد اِٹلی اور جاپان بھی باہر نکل گئے تھے۔ کیوں کہ اٹلی نے ایبے سینیا کی آزادی چھین لی تھی۔ جاپان نے منچوریا پر حملہ کر دیا۔ جرمنی نے جیکوسلاوکیہ کے کچھ علاقوں کو ہڑپ کر لیے تھے۔ راشٹر سنگھ اُسے روک نہ سکا۔ الگ الگ ملکوں کی اقتدار کی ہوس یا اقتدار بھگتی راشٹر سنگھ پر طاقتور رہی۔ راشٹر سنگھ گروہ بندی کی روک تھام نہ کر سکی۔ راشٹر سنگھ کی یہ سب سے بڑی ناکامیابی ہے۔

(5) ورسیلز کا معاہدہ: پہلی عالمی جنگ کے اختتام پر پیرس امن طریقہ کار میں ورسیلز کا معاہدہ کیا گیا۔ اُس میں جرمنی کو ذمہ دار ٹھہرایا گیا۔ اس لیے جنگ جرمانے کے عوض 6.5 ارب پاؤنڈ کی بڑی رقم دینی پڑی۔ اُس سے روہر صوبے جیسے علاقے چھین لیے گیے۔ جرمنی کا رہائن دریا بین الاقوامی بحری راستے کے لیے کھول دیا۔ اس طرح بے عزت کرنے والا اور غیر منصفانہ معاہدہ جرمنی پر مسلّط کر دیا۔ جرمنی کے خودمختار ایڈولف ہٹلر نے ورسیلز معاہدے کو ایک کاغذ کا چیتھڑا کہہ کر اُڑا دینے کا اعلان کیا جس سے جرمنی کی عوام کو جنگ کی ترغیب وحوصلہ ملا۔ جبکہ دوسری جانب جاپان کو بھی اس معاہدے سے بے اطمینانی تھی۔ اس طرح ورسیلز کے معاہدے سے کسی نہ کسی طرح کچھ ملکوں کو ناانصافی ہوئی تھی، لہٰذا ورسیلز کے معاہدے ہی میں دوسری عالمی جنگ کے بیج بوئے جا چکے تھے۔

(6) ایڈالف ہٹلر کی سامراجی نظام کی خواہش : ہٹلر دوسری عالمی جنگ کی بنیاد میں تھا اور شدید وطن پرست اور عسکریت والی ذہنیت کا حامل تھا۔ وہ ہر قیمت پر جرمنی کا اتحاد، دوامیت اور خوشحالی چاہتا تھا۔ ہٹلر کے سامراجی نظام کا سب سے پہلا شکار آسٹریا ہوا۔ ہٹلر جرمنی فوج کے ساتھ آسٹریا میں داخل ہوا (12 مارچ 1938)۔

میونخ اجلاس کے بعد دوسرے ہی دِن جیوکوسلاویکہ پر قبضہ کیا تھا (1 اکتوبر 1938)۔ اُس کے بعد مارچ 1939 لیتھوآنیہ کی میمل (Mamal) بندرگاہ پر قبضہ کیا (مارچ 1939)۔ اس طرح اس نے ایک وسیع اور عظیم مُلک بنایا تھا۔ ہٹلر کی سامراجی نظام کی پالسی دوسری عالمی جنگ کی اہم وجہ بنی تھی۔

(7) جرمنی کا پولینڈ پر حملہ اور اس کا فوری سبب: مندرجہ بالا تمام عوامل نے پوری دُنیا کو ایک گولہ بارود کے ڈھیر پر لاکھڑا کر دیا تھا۔ ایک چھوٹی سی چنگاری بھیانک دھماکہ کر سکتی تھی اور یہ چنگاری لگانے کا کام جرمنی نے خاموش پولینڈ پر حملہ کر کے کیا (1 ستمبر 1939 علی الصبح)۔ اس لیے دوسری عالمی جنگ کا آغاز ہوا تھا۔ برطانیہ اور فرانس نے اس جنگ کو فوراً روکنے کے لیے انتباہ کیا مگر جرمنی نے اُس کی ایک نہ سنی۔ برطانیہ اور فرانس کو اس جنگ میں کودنا پڑا۔ لہٰذا اس کے سبب پوری دُنیا میں جنگ کی آگ کے شعلے بھڑک اُٹھے۔

دوسری عالمی جنگ کا خاکہ

دوسری عالمی جنگ شروع ہونے سے دُنیا دوبارہ دو گروہوں میں بٹ کر رہ گئی۔ ایک طرف انگلینڈ اور فرانس کی قیادت والے دوست ملکوں کا گروہ تھا تو دوسری طرف جرمنی، اِٹلی اور جاپان جیسے محوری طاقتوں والے ممالک کا گروہ تھا۔ اس کے علاوہ جنگ کی ذہنیت کے حامل کچھ عوامل اُس میں داخل ہوئے تھے۔ جاپان نے ہوائی جزائر میں پرل ہاربر میں واقع امریکہ کے بحری بیڑے پر حملہ کیا۔ اس سبب امریکہ نے اپنی غیر جانبدارانہ پالسی کو ترک کر کے اس پر جوابی حملہ کر دیا۔ وہ دوست ممالک کے ساتھ شامل ہو گیا۔ اس لیے دوست ممالک کی طاقت میں اضافہ ہو گیا۔ دوسری عالمی جنگ پُر جوش چل رہی تھی ایسے وقت جاپان کی طاقت کو روکنے کی غرض سے امریکہ نے جاپان کے ہیروشیما اور ناگاساکی دو شہروں میں اِٹمی بم ڈالنے سے جاپان کے ایک لاکھ چوبیس ہزار شہریوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا، ایک عظیم تباہی کا مظاہرہ ہوا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جاپان نے پناہ گیری قبول کی (11 اگست 1945) اور اس طرح دوسری عالمی جنگ اختتام پذیر ہوئی۔

دوسری عالمی جنگ کے نتائج

(1) اقتصادی نتائج : اس جنگ سے دُنیا میں بھیانک تباہی ہوئی۔ دوسری عالمی جنگ میں حصّے لینے والے ملکوں کو کافی خرچ کرنا پڑا تھا۔ امریکہ نے 350 ارب ڈالر اور دیگر ممالک نے ایک ہزار اَرب ڈالر کا خرچ کیا تھا۔ اتنی ہی قیمتی ملکیت تباہ ہو گئی تھی۔ انگلینڈ کو دو ہزار کروڑ کی ملکیت سے ہاتھ دھونا پڑا اور جرمنی کے نقصان کا تو صرف تصور ہی کر سکتے ہیں۔ دوسری عالمی جنگ کے لیے دُنیا کے ممالک نے اسلحہ جات تیار کرنے کو ترجیح دی تھی۔ لہٰذا روز مرہ کی ضروری اشیاء کی کمی واقع

ہوئی، پیداوار کم ہوگئی، افراطِ زر بڑھا، لوگوں کو روزی روٹی حاصل کرنا دُشوار ہوگیا، بازاروں میں ضروری اشیاء کی تنگی محسوس ہونے لگی، لوگوں کا مالی توازن بگڑ گیا۔ اس سبب سے دُنیا کے ممالک عظیم کساد بازاری اور عالمی سیاست میں اور اقتصادی نظام میں انقلابی تبدیلیاں ہوئیں۔

3.1 ہیروشیما پر ایٹمی بم کا حملہ

(2) چین میں کمیونزم کا قیام : روس میں بالشوِک انقلاب ہوا (1917)۔ اُس نے کمیونسٹ پیمانے پر مستقبل کی ترقی کی نئی راہیں بنا کر جو ترقی حاصل کی اس بات سے دُنیا کے دیگر ممالک بھی متاثر ہوئے تھے۔ چین بھی متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکا۔ دوسری عالمی جنگ کے بعد جاپان بہت کمزور ہوگیا۔ اِن حالات میں چین پر اُس کا غلبہ کم ہو چکا تھا۔ اس موقعہ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ماؤ تسے-تُنگ کی قیادت میں چین میں ہوئے انقلاب کے آخر میں کمیونسٹ حکومت کا قیام ہوا (1949)۔

(3) سرد جنگ (Cold war) کا آغاز - دور رس نتائج : دوسری عالمی جنگ کے بعد پوری دُنیا دو عظیم طاقتوں کے درمیان بٹ کر رہ گئی تھی۔ جنگ کے درمیان دونوں مُلک ایک دوسرے کے دوست تھے۔ جنگ کے بعد دونوں کے درمیان اختلافات بڑھتے گئے۔ اس طرح جمہوری مُلک امریکہ اور کمیونسٹ مُلک روس باہم مخالف گروہوں کی حیثیت سے ابھر رہے تھے۔ اِن دونوں گروہوں میں دُنیا کے دیگر ممالک اپنی مطابقت کے حساب سے شامل ہوئے۔ دونوں گروہوں نے اپنی سوچ ونظریے کی طرفداری اور غیر طرفداری میں جو تقریری اور فکری جنگیں شروع کیں اُس نے بنا ہتھیار کی سرد جنگ کا ماحول پیدا کیا۔ یہاں تک کہ کبھی کبھی تیسری عالمی جنگ ہونے کے امکانات نظر آنے لگے۔

اقوامِ متحدہ

3.2 اقوامِ متحدہ کی علامت

پہلی عالمی جنگ کے اختتام پر دُنیا میں بین الاقوامی امن قائم کرنے کی غرض سے راشٹر سنگھ قائم کیا گیا تھا، مگر دوسری عالمی جنگ ہوئی۔ مختصر یہ کہ راشٹر سنگھ

ناکامیاب ہوا۔ دوسری عالمی جنگ کے خاتمے کے بعد دُنیا میں پھر ایک بار امن وسکون، سلامتی، باہمی بقا کے مقصد سے اقوامِ متحدہ (United Nations-U.N.) کو قائم کیا گیا (24 اکتوبر 1945)۔ اس کا صدر دفتر نیویارک میں رکھا گیا۔

3.3 اقوام متحدہ کا صدر دفتر، نیویارک

اقوام متحدہ کو قائم کرنے کے لیے امریکہ دوسری جنگ میں شامل ہوا تب سے ہی اُس کی اس سمت کوششیں جاری تھی۔ انسانی آزادی، امن وسلامتی کے مقصد سے امریکہ کے صدر روزویلٹ نے امریکہ کانگریس (سنسد) کو یہ پیغام بھیجتے ہوئے چار اہم آزادیوں کا اعلان کیا:

(1) فکر کرنے اور بولنے کی آزادی (2) مذہبی آزادی (3) معاشی آزادی (4) خوف وہراس سے نجات کے حقوق کو شامل کیا گیا تھا۔

3.4 اقوام متحدہ کا جھنڈا

اس کے بعد امریکہ کے صدر رُزویلٹ اور برطانیہ کے وزیر اعظم چرچل نے بحرِ اوقیانوس میں ایک جہاز پر آٹھ نکات پر مشتمل ایک دستاویز تیار کیا جو بعد میں 'اٹلانٹک دستاویز' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اُس دستاویز میں ہر ایک مُلک کی آزادی اور سالمیت برقرار رکھی جانے، امن وسلامتی، سماجی ومعاشی فلاح اور عدم اسلحہ جات (اسلحہ استعمال نہ کرنے کا نظریہ) وغیرہ نکات کو شامل کیے گئے تھے۔ اُس کے بعد برطانیہ، امریکہ، روس اور چین کے وزیر خارجہ عالمی امن کے لیے ماسکو شہر میں ملاقاتیں منعقد کیں (اکتوبر 1943) جو 'ماسکو اعلان' کے نام سے مقبول ہوا۔ نومبر 1943 میں طہران میں تین زبردست طاقتوں کی کونسل ملی۔ واشنگٹن میں 50 ملکوں کے نمائندوں نے اقوام متحدہ کا دستاویز تیار کیا (1944 ستمبر)۔ 24 اکتوبر 1945 کے روز 51 ممبر ممالک کے ذریعے اقوام متحدہ کو قائم کرنے کا اعلان کیا گیا۔ اس میں بھارت بھی شامل تھا۔ اُس دِن سے آج تک 24 اکتوبر کے دن کو یونائیٹڈ نیشن (UN) دِن کے طور پر ساری دُنیا میں منایا جاتا ہے۔ فی الحال اقوام متحدہ 193 ممبر ممالک پر مشتمل ہے۔

اقوامِ متحدہ کے شعبہ جات

اقوامِ متحدہ نے اس کے مقاصد کو بروئے کار لانے کے لیے جو انتظامیہ تشکیل دیا ہے اُس کے چھے شعبے ہیں :

(1) مجلسِ عامّہ (2) سلامتی کمیٹی (3) معاشی اور سماجی کمیٹی (4) والی کمیٹی (5) بین الاقوامی عدالت (6) سچوالیہ۔

ان شعبہ جات میں سے بین الاقوامی عدالت نیدھر لینڈ کے ہیگ شہر میں واقع ہے۔ اس کے علاوہ دیگر کمیٹیوں کے اہم دفاتر امریکہ کے نیویارک شہر میں واقع ہیں۔

اقوامِ متحدہ کے شعبہ جات کام کی سرگرمیاں

(1) مجلسِ عامّہ : اقوامِ متحدہ کا سب سے بڑا شعبہ ہے۔ مجلسِ عامّہ جو سبھی ممبر ممالک کی نمائندوں پر مشتمل ہے۔ اس مجلس میں کوئی بھی مُلک زیادہ سے زیادہ پانچ ممبر بھیج سکتا ہے۔ ہاں مگر ووٹ دینے کے معاملے میں اُس کا صرف ایک ہی ووٹ گنا جائے گا۔ وہ (1) بین الاقوامی تعلقات کے بارے میں کسی بھی بات

3.5 مجلسِ عامّہ کا اسمبلی ہال

پر بحث، مشورہ، ہدایت کہ سفارش کرسکتا ہے۔ (2) سیکریٹری ہر سال جو بجٹ پیش کرے اُس کو منظور کرنا اور اُس کے اخراجات کی رقم کی تقسیم کرنا۔ (3) ملکوں کی معاشی ترقی، انسانی حقوق، عدم اسلحہ جات یا عصری بین الاقوامی مسائل کے حل کرنے کی کوششیں کرتی ہے۔ عام معاملات میں فیصلہ 2/3 ممبران کی اکثریت سے لیا جاتا ہے۔

(2) سلامتی کمیٹی : اقوامِ متحدہ کا سب سے اہم شعبہ ہے۔ اس کمیٹی میں امریکہ، برطانیہ، فرانس، روس اور چین یہ 5 قائمی ممبر ہیں۔ بقیہ 10 قائمی ممبر نہیں ہیں۔ اس کمیٹی کو بین الاقوامی امن قائم کرنے کے لیے بے پناہ اقتدار دیا گیا ہے۔

مُلکوں کے کسی بھی تنازعہ کو حل کرنے کے لیے بات چیت، جانچ اور ثالث کے ذریعے پُر امن طریقے سے مسائل کا حل کرتی ہے۔ کسی بھی بین الاقوامی اہم معاملے میں فیصلہ لینے کے لیے پانچ قائمی ممبر میں سے کسی ایک کا بھی ووٹ اگر مثبت نہیں ہے تو اُس معاملے پر فیصلہ نہیں لے سکتی۔ پانچ قائمی ممبر ممالک اس اقتدار کو ویٹو (Veto) مخصوص قسم کا حق کہا جاتا ہے۔ روس نے سب سے زیادہ اس حق کا استعمال کیا ہے۔

3.6 عیسوی سن 2006 تک قائمی ممبر ممالک کے ذریعے ویٹو پاور کا استعمال کا چارٹ

(3) معاشی اور سماجی کمیٹی : اس کمیٹی کو اِکوسوک (Ecosoc) بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے 54 ممبر ہیں۔ مجلس عامہ اُس کے سبک دوش ہونے والے 2/3 ممبروں کو تین سال کے لیے منتخب کرتی ہے۔ یہ کمیٹی مذہب، ذات، علاقہ کے بھید بھاؤ کے بغیر دُنیا کے ملکوں کی عوام کے معیارِ زندگی کو بہتر کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ یہ کمیٹی اور اس کی ذیلی کمیٹیاں دُنیا بھر میں کام کرتی ہیں۔

- **WHO عالمی صحت کا ادارہ:** دُنیا کے لوگوں کی صحت بحال (دُرستی) کرنے کی اصلاح کا کام کرتا ہے۔
- **IMF بین الاقوامی بینک اور مالیاتی فنڈ:** مالی توازن قائم کرنے کا کام کرتا ہے۔

3.7 FAO

3.8 ILO

3.9 UNICEF

3.10 UNESCO

- **FAO بین الاقوامی خوردنی اور زراعتی ادارہ:** وہ زراعتی پیداوار، جنگلات اور مچھلیوں کی پیداوار بڑھانے، تغذیہ کے معیار کو بہتر کرنے میں مدد کرتا ہے۔
- **ILO بین الاقوامی مزدور ادارہ:** دُنیا کے محنت کش مزدور کے حق اور اُن کو انصاف دینے کا کام کرتا ہے۔
- **UNICEF بچوں کے لیے ہنگامی امدادی فنڈ:** دُنیا کے بچوں کی صحت کی اصلاح کے لیے (تغذیہ) غذا، تعلیم اور بچوں کے لیے فلاحی سرگرمیاں کرتا ہے۔
- **UNESCO تعلیمی، سائنسی اور ثقافتی ادارہ:** یہ ادارہ ناخواندگی دور کرنا، تعلیم کے ذریعہ انسانی زندگی کا معیار بلند کرنا، تعلیم، سائنس اور ثقافتی وسائل کے ذریعے دُنیا کے ممالک کے مابین باہمی تعاون بڑھانے کا کام کرتا ہے۔

اس کے علاوہ اُس کے ذیلی ادارے، علاقائی کمیٹیاں بھی ہیں جو مختلف کارگزاریاں کرتی ہیں۔

(4) حفاظتی کمیٹی : اس کمیٹی میں پانچ قائم ممبر ہوتے ہیں۔ اس کمیٹی کے ممبر کو مجلس عامہ پسند کرے اُن ممالک کے نمائندے ہوتے ہیں۔ پہلے مختاری (مینڈیٹ) کے تحت جو علاقے تھے نیز جن علاقوں کو آزادی حاصل نہیں ہوئی تھی ایسے اور دوسری عالمی جنگ میں جن کو شکست ہوئی تھی ایسے علاقوں کی دیکھ بھال کے لیے اور ان کی سماجی، معاشی، سیاسی جیسی تمام باتوں کی ترقی کا خیال رکھنے کا فرض مختار کمیٹی کا ہے۔

(5) بین الاقوامی عدالت : اس کا صدر دفتر نیدرلینڈ کے ہیگ شہر میں واقع ہے۔ اُس میں پندرہ مُنصِف ہوتے ہیں۔ ان کا تقرر 9 سال کے لیے ہوتا ہے۔ کسی بھی دوملکوں کے مابین تنازعات کوحل کرتے ہیں۔ دوملکوں کے مابین تنازعہ اگر عدالت میں پیش کیا جائے تو اُس کی سُنوائی کر کے فیصلہ سُناتی ہے اور قانون سے متعلق کسی طرح کا مشورہ دینے کا کام کرتی ہے۔

(6) سچیوالیہ (سیکریٹریٹ): اقوام متحدہ کے سیکریٹری کے دفتر کو سیکریٹریٹ کہتے ہیں۔ مجلس عامہ اُس کے سیکریٹری کا تقرر پانچ سال کے لیے کرتی ہے۔ سیکریٹری کی مدد کے لیے وزراء تنظیمیں، کارکن حضرات، مترجم مضرات، ماہرین وغیرہ کو شامل کیا جاتا ہے۔ اقوام متحدہ کا سیکریٹریٹ نیویارک میں واقع ہے۔ دُنیا میں امن قائم ہو، اتحاد اور عالمی انسان برادری کا خواب سچ ہو اس کے لیے اقوام متحدہ کوشاں ہے۔

مشق

1. ذیل کے سوالات کے جواب تفصیل سے لکھیے :

(1) عالمی عظیم کساد بازاری (32-1929) کی اشاعت کے اثرات بیان کیجیے۔

(2) دوسری عالمی جنگ کے عروج کے ذمہ دار عوامل کی بحث کیجیے۔

(3) دوسری عالمی جنگ کے نتائج بیان کیجیے۔

2. ذیل کے سوالات کے مختصر جواب دیجیے :

(1) اقوام متحدہ کا قیام کس لیے کیا گیا ؟

(2) اقوام متحدہ کے ایک شعبے کے طور پر معاشی، سماجی کمیٹی کی سمجھ دیجیے۔

3. مختصر نوٹ لکھیے :

(1) اقوام متحدہ کی مجلس عامّہ (2) اقوام متحدہ کی سلامتی کمیٹی

4. ایک جملے میں جواب دیجیے :

دوسری عالمی جنگ ہوئی اس کے پس پردہ کون سا معاہدہ ذمہ دار تھا ؟

(2) جرمنی کا سرمختار کون تھا ؟

(3) اِٹلی کے سرمختار کا نام دیجیے۔

(4) دوسری عالمی جنگ کی فوری وجہ بیان کیجیے۔

(5) اقوام متحدہ کا صدر دفتر کہاں پر واقع ہے؟

(6) سرد جنگ یعنی کیا ؟

5. ذیل کے متبادلات میں سے صحیح متبادل پسند کر کے جواب لکھیے :

(1) جرمنی میں نازی ازم کا بانی کون تھا ؟

(A) ہٹلر (B) موسولینی (C) لینن (D) ایک بھی نہیں۔

(2) دُنیا کے لوگوں کی صحت بہتر بنانے کا کام کون کرتا ہے ؟

(A) WHO (B) IMF (C) FAO (D) ILO

(3) ذیل میں سے صحیح بیان تلاش کر کے لکھیے :

(A) جرمنی میں فاشیزم کا عروج ہوا تھا۔

(B) موسولینی جرمنی کا لیڈر تھا۔

(C) نازی پارٹی کا نشان لکڑی کا گھٹا اور کلہاڑی تھا۔

(D) موسولینی نے اٹلی میں فاشیزم قائم کیا۔

اُستاد - طالبِ علم کے لیے سرگرمیاں

- دُنیا کے خطی نقشے میں دوسری عالمی جنگ میں شامل ہونے والے تمام ممالک کی نشاندہی کیجیے اور ان ملکوں کے نام کی فہرست بنائیے۔
- عالمی اداروں کے ممالک اور ان کی علامتوں کا چارٹ بنائیے۔
- اقوام متحدہ کے سیکریٹریوں کی فہرست بنائیے۔

4 بھارت کی قومی تحریکیں

تمہید

بھارت میں قیام کے دوران برطانیہ کے لوگوں کو بھارت کے سیاسی ماحول سے واقفیت ہوئی۔ بھارت کی سیاسی کھٹ پٹوں اور داخلی کمزوریوں سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی نے 1751 میں بنگال میں اپنے قدم جما کر عیسوی سن 1857 کی جنگ تک کے 100 سالہ اپنے اقتدار کے دوران اپنی برتری کا لوہا منوالیا تھا۔ انگریزوں نے اپنے اقتدار کی بقا کے لیے مُلک میں ایک مضبوط انتظامیہ ڈھانچے کی آہستہ آہستہ ترقی کی تھی۔ انگریزوں کے قائم کردہ انتظامیہ ڈھانچے کے ذریعے یکساں انتظام اور برطانوی اسلوب کے عدلیہ کا عمل وجود میں آیا۔ اس کے باوجود بھارت میں مقیم انگریزوں نے انگلینڈ کو زیادہ سے زیادہ فائدے پہنچے اس طرح کے انتظامیہ قوانین قائم کیے تھے۔ انگریزوں نے بھارت کو نقصان پہنچا کر بھی انگلینڈ کو خوشحال بنا کر بھارت کا سب سے زیادہ معاشی استحصال کیا۔

1857 کا غدر

بھارت میں 1857 کی جنگ آزادی ہونے کی وجوہات میں سیاسی بے اطمینانی، معاشی استحصال، سماجی اور مذہبی عوامل، فوجی عوامل نیز فوری عوامل جن میں اینفلڈ رائفل کو فوج میں داخل کرنے کی پالسی ذمہ دار تھی۔ جنگ آزادی کا پہلا شہید منگل پانڈے تھا۔ اس جنگ میں نانا صاحب، تاتیہ ٹوپے، راجہ کُنور سنگھ، رانی لکشمی بائی، بہادر شاہ ظفر وغیرہ اس جنگ میں شامل ہوئے تھے۔ 1857 کی جنگ کے کئی نتائج اور اثرات رونما ہوئے جس میں بھارت میں کمپنی اقتدار کا خاتمہ اور برطانوی تاج کی حکومت کی شروعات (مہارانی وکٹوریہ کا ڈھنڈھورا)، انتظامی فوجی، سماجی پالسی میں تبدیلی وغیرہ کی شمولیت کی جاسکتی ہے۔ 1857 کی جنگ میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا کیوں کہ مقررہ وقت سے پہلے ہی جنگ کا آغاز، مرکزی رہنمائی کی کمی، ادھورے اور غیر ترقی یافتہ اسلحہ جات جنگ کرنے والوں میں جذبۂ قومی سے زیادہ اپنے نجی مفاد کے تحفظ کی رغبت، مناسب اور متحدہ قیادت کے فقدان جیسے وجوہات ذمہ دار تھیں جس کا تفصیلی مطالعہ آپ اگلی کلاس میں کر چکے ہیں۔

بائیکاٹ اور سودیشی تحریک

بھارت کی قومی تحریکوں میں ایک اہم واقعہ یہ تھا کہ بنگ بھنگ تحریک (1905) کے ساتھ ساتھ بائیکاٹ (Boycott) اور سودیسی تحریک کا، انگریزوں کی مکّار پالسی کے نتیجے میں ''پھوٹ ڈالو اور راج کرو' کی پالسی کے لیے بائیکاٹ اور سودیسی تحریک نے زور پکڑا تھا۔ برطانوی حکومت (دور) میں بنگال ایک سب سے بڑا صوبہ تھا۔ جن میں آج کے بنگال، بہار اور اُڑیسہ کی شمولیت تھی۔ دیگر علاقوں سے زیادہ بنگال قومی احساس کی سرگرمی کا مرکزی نقطہ تھا۔ قومی تحریک کی حرکت وخیال بنگال سے حاصل ہوئے نیز ہندو اور مسلم متحدہ طور پر انگریزوں سے لڑے تھے۔ اس لیے ''پھوٹ ڈالو اور راج کرو' انگریزوں کی مکار پالسی کے ذریعے فرقہ واریت کو بھڑکانے کے لیے تقسیم کی گئی تھی۔

وائس رائے کرزن (1899-1905) نے وسیع بنگال صوبے کی انتظامیہ صلاحیت بہتر بنانے کے بہانے کے تحت اسے مشرقی بنگال اور مغربی بنگال یوں دو حصّوں میں تقسیم کردیا۔

بنگال کی تقسیم کی سخت مخالفت کی گئی۔ 16 ر اکتوبر 1905 کے روز بنگال صوبے کی تقسیم پر عمل درآمد کیا گیا۔ اس دن پورے بنگال صوبے میں قومی سوگ کا دِن منایا گیا۔ اس دن غیر ملکی تمام اشیاء کا بائیکاٹ کرنے کے لیے تحریک اور سودیشی مال کا استعمال کرنے کی ترغیب کا اعلان کیا گیا۔ صرف بنگالی عوام ہی نہیں بلکہ بھارت کی دیگر عوام بھی یہ سوچنے لگے کہ بھارت میں وطن پرستی کے جو شعلے جس زور وشور سے بھڑک اٹھے ہیں اُسے دبانے کے لیے یہ تقسیم کی گئی ہے۔ اس روز پورے ملک میں ہندو مسلم دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ راکھی باندھ کر اتحاد کی طاقت کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس تحریک کی تین اہم خصوصیات تھیں جس میں (1) سودیشی کو اپنانا (2) غیر ملکی مال بائیکاٹ کرنا (3) قومی تعلیم اپنانا۔ سودیشی تحریک سے بھارت کو بہت فائدہ ہوا۔ اس وقت غیر ملکی مال کے بائیکاٹ سے انگلینڈ کی تجارت کو بڑا نقصان اٹھانا پڑا۔ مانچیسٹر سے برآمد ہونے والا کپڑا بند ہوگیا۔ انگلینڈ سے برآمد ہونے والی اشیاء چینی، بوٹ (جوتے)، سگریٹ، تمباکو وغیرہ کی برآمد میں کمی واقع ہوئی اور بھارت میں تیار ہونے والے کپڑے کی فروخت میں اضافہ ہوا۔ سودیشی مال تیار کرنے والے کارخانے وجود میں آئے۔ بنگال کے علاوہ بھارت کے دیگر علاقے پنجاب، اُتّر پردیش، مدھیہ پردیش، ممبئی، مدراس وغیرہ صوبوں میں بھی اس لڑائی کا ردِعمل دِکھائی دیا۔ گجرات میں بھی سودیشی لڑائی کی بازگشت سنائی دی۔ انگلینڈ کی

پارلیمنٹ میں بھی اس تحریک کی آواز زبردست طریقے سے سُنائی دی۔ پارلیمنٹ میں اس پر نظرِ ثانی کرتے ہوئے چھے سال کے بعد بنگال کی تقسیم کو مُسترد کرنا پڑا (1911)۔ بھارت کے لوگوں کی یہ یادگار جیت تھی۔ اتحاد کی، طاقت کی جیت تھی۔ انگریزی اقتدار کے خلاف بیدار ہونے والے نئے جذبے کی قابل توجہ جیت تھی۔

مسلم لیگ (1906)

انگریزوں نے ''پھوٹ ڈالو اور راج کرو'' اس پالسی کو اپنا کر ہندو اور مسلم فرقوں میں نفرت کے بیج بونے کی کوشش کی۔ اُس وقت کے وائس رائے مِنٹو اور ہندی وزیر مورلے نے باہم مل کر بھارت کی قوم پرستی کو کچل دینے کا منصوبہ بنایا تھا۔ قومی لڑائی بڑھنے لگی تو انگریزوں نے اعلیٰ طبقے کے مسلمانوں کی طرفداری کرنا شروع کی۔ الگ ووٹ دینے کا اختیار اور الگ ووٹ دہندگان ادارہ قائم کرنے کا مطالبہ کرنے اور ایک الگ مسلم ادارہ قائم کرنے کے لیے مسلمانوں کے ایک گروہ کو سمجھانے میں انگریز کامیاب ہوئے۔ نتیجہ میں مسلم لیگ کا قیام ہوا (عیسوی سن 1906)۔ اس ادارے کو قائم کرنے میں مذہبی اعلیٰ رہنما آغا خان، ڈھاکہ کے نواب سمیع اللہ خاں، وائس رائے، مِنٹو اور اُس کے خانگی وزیر ڈنلوپ سمیتھ نے اہم کردار ادا کیا تھا۔ کانگریس کے سالانہ اجلاس میں مسلمان شرکت نہ کرسکیں اس لیے کانگریس کا اجلاس اسی روز منعقد کیا جاتا جس روز مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس منعقد کیا جاتا۔ ایسا کہا جاتا ہے کہ الگ نمائندگی کی مانگ مسلمانوں کی طرف سے نہیں تھی بلکہ یہ ایک انگریزوں کی پالسی کا ہی نتیجہ تھا۔ منٹو نے ہی مسلمانوں کو ساتھی بنانے کی پالیسی کا آغاز کیا۔ اس لیے بہت سے ادیب انھیں مسلم فرقہ پرستی کا بانی کہتے ہیں۔ ایک مؤرخ نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ ''پاکستان کی تخلیق کرنے والے محمد علی جناح یا رحمت اللہ نہیں تھے لیکن لارڈ منٹو خود تھا۔ تب سے ہی ہندو۔مسلم کشمکش بڑھی اور آخرش ہندوستان کی تقسیم کی شکل میں رونما ہوئی۔

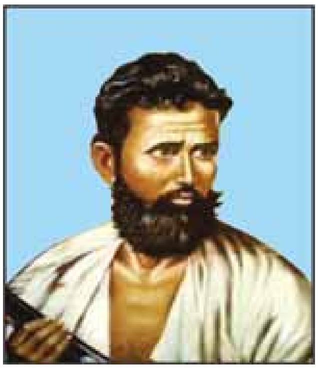
واسو دیو پھڑکے

تشدّد آمیز تحریک کا عروج اور ترقی

واسو دیو پھڑکے نے بھارت میں انقلابی سرگرمی کا آغاز کیا۔ دامودر چافیکر اور بال کرشن چافیکر برادر، ویر ساورکر، بدری ناتھ گھوش، خودی رام گھوش، پرپُھل چاکی، رام پرشاد بسمل، اشفاق اللہ خان، چندر شیکھر آزاد، بھگت سنگھ، شیورام راجگرو، سُکھ دیو، بٹو کِشو ور دتّ، روشن سنگھ جیسے کئی انقلابیوں نے قوم پرستی کی شمع کو جلائے رکھی۔ اسلحہ بنانے سے لے کر اُسے چلانے اور استعمال کرنے تک کی تعلیم شدہ نوجوانوں نے انگریز حکومت کی نیند حرام کردی تھی۔

تشدّد آمیز تحریکوں کا بھارت میں عروج ہوا اور دیس بدیس میں پھیل گئیں۔ اس کے پیش خیمے میں بنگال کی تقسیم کو مُسترد کرنے کے لیے کی گئیں تحریکیں، سورت میں کانگریس کے اجلاس میں (1907) بنے ہوئے 'جہال' اور 'موال' گروہ اور کانگریس کی قرارداد منظور کرنے کی درخواست اور خوشامد سے کام لینے کے طریقے کی شدید مخالفت جیسے حالات درپیش ہیں۔ لال، پال، بال تینوں نے جہال پالسی اپنائی اور ہندوستان کے اور بالخصوص کانگریس کے نوجوان کارکنان میں نیا شعور پیدا کیا اور کانگریس کی ڈھیلی اور سُست پالسی کو ایک زبردست موڑ دیا۔

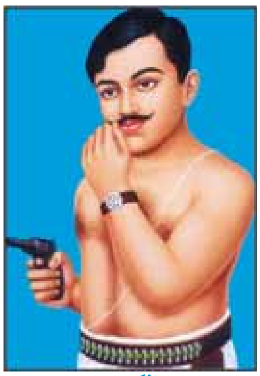
چندر شیکھر آزاد

اشفاق اللہ خان

رام پرشاد بسمل

خودی رام بوز

روشن سینھ

سُکھ دیوتھاپر

شیورام راج گرو

سردار بھگت سینھ

بال گنگا دھر تلک

لوک مانیہ بال گنگادھر تلک نے تو تشدد آمیز تقریر بھی کی، ''سوراج میرا پیدائشی حق ہے اور میں اسے لے کر ہی رہوں گا۔'' یہ بات آزادی کے انقلابی سپاہیوں کے لیے نعرہ بن گئی۔

اس وقت بھارت کے نوجوان کا ایک طبقہ غیر ملکی حکومت کی غلامی سے آزادی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ تشدد آمیز انقلابی مادرِ وطن کی آزادی کے لیے ہنستے ہنستے قربانی دینے کے لیے تیار تھے۔ وہ جان بھی قربان کر سکتے تھے اور آزادی کے لیے دوسروں کی جان لے بھی سکتے تھے۔

بھارت میں مہاراشٹر، بنگال، پنجاب، بہار، اُڑیسہ، گجرات، راجستھان، مدراس، ریاست، اترپردیش اور وسطی بھارت میں انقلابی سرگرمیاں پھیلی تھی۔ اِن سرگرمیوں میں ''میتر میلا سوسائٹی''، ''ابھینو بھارت سماج''، ''انوشیلن سمیتی''، ''انجمنِ محبان وطن''، ''اِنڈین پیٹریوٹس ایسوسی ایشن'' (پیچھے سے 'بھارت ماتا') وغیرہ ادارے قائم کر کے انقلابی تحریکوں کو بہت فروغ دیا۔

انقلابی تحریکوں کے پہلے طبقے میں ''سندھیا''، ''یوگانتر'' اور ''وندے ماترم''، ''کیسری''، ''مراٹھا'' جیسے اخباروں اور ہفتہ وار اخباروں نے مسلسل حوصلہ افزائی کی۔ علی پور کے قتل کے واقع میں تقریباً 34/انقلابیوں پر مقدمہ چلایا گیا۔ ہاوڑا کے قتل اور ڈھاکہ قتل کے بہت سے انقلابیوں کو گرفتار کیا گیا۔ دِلی میں لارڈ ہارڈنج پر بم پھینک کر قتل کرنے کی کوشش۔ 13 نومبر 1909 کو احمد آباد میں رائے پور دروازے کے باہر لارڈ منٹو (وائس رائے) پر بم پھینکنا وغیرہ واقعات کو مثال کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔

جب کہ دوسرے طبقے میں (1942-1920) کاکوری لوٹ کا واقعہ، لاہور کا قتل اور مرکزی قانون ساز اسمبلی (دلّی) میں بم پھینکنے کے واقعات رونما ہوئے۔ ان تمام سرگرمیوں میں ملوث انقلابیوں کے بارے میں آپ پچھلی جماعتوں میں معلومات حاصل کر چکے ہیں۔

گجرات میں تشدد آمیز انقلابی تحریک

گجرات میں مسلح انقلاب کا پیش خیمہ تیار کرنے والا بہادر شخص شری اروند گھوش تھے لیکن وہ پردے کے پیچھے تھے۔ ارِوند گھوش کا بھائی باریندر کمار گھوش ہمیشہ آگے رہتے۔ 1902 میں باریندر کمار گجرات آئے اور جنوبی حصّہ چھان مارا۔ یہاں انہیں امبو بھائی، شری چھوٹو بھائی اور پُرانی جیسے طاقتور ساتھی ملے۔ نربدا کے کنارے ساکریا سوامی بھی ملے۔ وہ 1857 کے غدر کے وقت جھانسی کی رانی کے ساتھ تھے۔ باریندر کمار وڈودرا، چروتر کا علاقہ کھیڑا، احمد آباد، مہسانہ وغیرہ علاقوں میں وسطی طبقے کے نوجوانوں کو انقلاب کا چسکا لگا گئے۔ اُسی سلسلے میں احمد آباد میں رائے پور دروازے کے باہر وائس رائے منٹو کی بگّھی پر بم پھینکنے کا واقعہ پیش آیا تھا۔

شری ارِوند گھوش نے ''بھوانی مندر'' نامی کتاب میں انقلاب کا منصوبہ لکھا تھا۔ گجراتی زبان میں اُس کا ترجمہ بھی ہوا۔ اس کے علاوہ ''دکشنا'' نامی ہفتہ وار میں بھی شائع ہوا۔ اس کے علاوہ انقلاب کے منصوبے کا خیال پھیلانے کے لیے ''دیسی بناسپتی کی دوائیں''، ''نہانے کا صابن بنانے کا طریقہ''، ''ورزش''، ''گلاب نو قِصّو''، ''قاعدہ نوسنگرہ'' وغیرہ عنوانات والی کتابیں شائع کیں تاکہ انگریزوں کو پتہ نہ چل جائے۔ ان کتابوں میں بم بنانے کا طریقہ بھی درج تھا۔ چاندود کرنالی کے

پاس ''گنگا ناتھ ودیالیہ'' قائم کیا تھا جس میں خفیہ طور پر انقلابی سرگرمیاں ہوتی تھیں۔ گجرات کے کئی نوجوان اس انقلابی سرگرمیوں میں شامل ہوئے۔ سرکار نے ان کے ساتھ سخت اقدام کیا پھر بھی لڑائی بند نہ ہوئی۔ آخرکار سرکار نے بھی محسوس کیا صرف ظلم وستم سے حکومت نہیں چلائی جاسکتی۔

غیر ملکوں میں انقلابی تحریک

ہندوستان کو انگریزی اقتدار سے آزاد کروانے کے لیے غیر ملکوں میں بھی انقلابی تحریک شروع ہوئی تھی۔

بھارت میں شروع ہونے والی تشدد آمیز انقلابی سرگرمیاں بھارت سے باہر انگلینڈ، کنیڈا، امریکہ، جرمنی، فرانس، برما (میان مار)، ملایا، سنگاپور، روس (افغانستان) وغیرہ ملکوں میں پھیلی تھیں۔

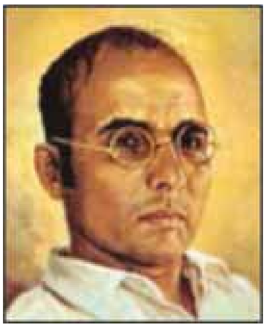

ویر ساورکر

غیر ملک میں انقلابی سرگرمی میں سرگرم انقلابی ہستیاں

ان سرگرمیوں میں شیاما جی کرشنا ورما، مدن لال ڈھینگرا، ویر ساورکر، لالا ہردیال، ادھم سینھ، راجا مہندر پرتاپ، میڈم بھیکا جی کاما، سردار سینھ رانا، مولانا عبیداللہ، مولانا بشیر، چمپک رمن پلائی، ڈاکٹر متھور سینھ، خدابخش جیسے انقلابی شامل تھے۔

غیر ملک میں انقلابی سرگرمیاں

غیر ملکوں میں ہونے والی انقلابی سرگرمیوں سے بھارت کی انقلابی سرگرمیوں کو نئی حرکت ملتی تھی۔ انگلینڈ سے خُفیہ طور پر بھٹیارے کے بستر میں پستول اور ہتھیار بھارت میں بھیجے جاتے۔ انقلابیوں پر تنقید کرنے والے ولیم واڈلی کو مدن لال ڈھینگڑا نے قتل کیا۔ 1907ء میں امریکا کے کیلیفورنیا میں انڈین انڈپنڈنس لیگ نامی ادارہ قائم کیا گیا۔ بعد میں لالا ہردیال نے اسے ''غدر پارٹی'' نام دیا۔ 'غدر' ہفت روزہ رسالہ چار زبانوں میں جاری کیا گیا۔ اس کام میں تارک ناتھ داس اور کرتال سینھ بھی شامل ہوئے۔ جرمنی میں چمپک رمن پلّائی نے ''ہندی راشٹریہ سونیہ سیوک دَل'' بنایا۔ عراق کو صدر مقام بنا کر وہاں سے بھارت پر حملہ کرنے کا منصوبہ بھی بنایا گیا لیکن برطانوی سرکار کو اس کی خبر ہوگئی۔ لیکن 1907 میں جرمنی کے اسٹوئرٹ گارڈ شہر میں منعقدہ بین الاقوامی سماج وادی کمیٹی میں میڈم کاما نے پہلی بار ہندوستان کا قومی جھنڈا لہرایا۔

مدن لال ڈھینگرا اور اُدھم سینھ

افغانستان میں تو راجا مہندر پرتاپ کو صدرِ مملکت کے عہدے پر وقتی (عارضی) سرکار بنائی گئی۔ اُس میں برکت اللہ، عبید اللہ، مولانا بشیر، شمشیر سینھ، ڈاکٹر متھور سینھ وغیرہ تھے۔ اس سرکار نے روس، ایران، ترکی، وغیرہ سے امداد لینے کی کوشش کی۔ ترکی کے انور پاشا اور گورنر سے بھی ملاقات کی اور ریشمی رومال پر لکھا ہوا ''غالب نامہ'' سازش تمام مسلمانوں نے جمع ہوکر ایک ساتھ عیسائیوں کے خلاف جنگ شروع کی مگر افسوس کہ یہ سازش پکڑی گئی۔ راجا مہندر پرتاپ نے اپنے دستخط والی سونے کی پٹّی روس کے بادشاہ زار کو ارسال کی جس میں زار کو انگلینڈ سے اپنے تعلقات منقطع کرنے کو کہا تھا۔ روس کے انقلابی ٹروٹسکی نے تو بھارت کو ہر ممکن امداد دینے کا وعدہ کیا تھا۔ برما (میان مار) میں سوہن لال پاٹھک اور بنگاپور میں پرمانند نے انقلابی سرگرمیاں کی تھیں۔ اس کے علاوہ 'کاما گاٹا مارؤ' اور 'توشا مارؤ' آگ بوٹوں (اسٹیمروں) کے حادثے نے انقلابیوں کو غیر ملکوں میں انگریزوں کی مخالفت کا جذبہ بیدار کرنے کی ترغیب دی تھی۔

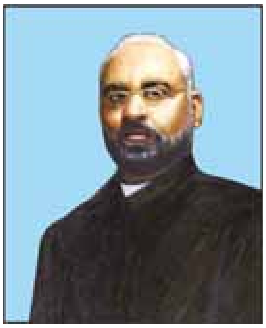

شیام جی کرشن ورما

بھارت کی قومی اور تشدد آمیز انقلابی تحریک کی تاریخ میں قومی جذبات سے مغلوب 18 سے 24 سالہ نوجوان ہی تھے۔ جان ہتھیلی پر لے کر وہ لوگ ہر قسم کی مُہم جوئی اور سنسنی خیز کام کرتے اور اگر گرفتار ہوتے تو ہنستے ہوئے ''انقلاب زندہ باد'' اور ''وندے ماترم'' کے فلک شگاف نعروں کے ساتھ پھانسی کے پھندے پر چڑھ جاتے۔ اس طرح وہ مادرِ وطن کی آزادی کے عمدہ مقصد کے لیے اپنی جان قربان کردیتے۔ مادرِ وطن کے لیے انھوں نے اعلیٰ دیش بھکتی، ایثار اور قربانی دی ہے، وہ ہماری نوجوان نسل کو صدیوں تک حوصلہ دیتے رہیں گے۔

میڈم کاما

مارلے-منٹو اصلاحات (1909)

پھوٹ ڈالو اور راج کرو پالیسی اپنا کر انگریزوں نے ہندو اور مسلمانوں میں فرقہ وارانہ رنجش پیدا کرنے کی غرض سے ایک منصوبہ بنایا تھا (1906)۔ آغا خان کی قیادت میں مسلمانوں کی نمائندہ انجمن کا ایک وفد وائس رائے منٹو سے مِلا۔ اُس وقت بھارت کے وزیر مارلے تھے (1909)۔ ان اصلاحات کو مارلے-منٹو اصلاحات کہا جاتا ہے۔

گاندھی جی کی ہندوستان میں آمد

گاندھی جی جنوبی افریقہ میں رنگ امتیازی ستیہ گرہ کی لڑائی کامیابی سے لڑنے کے بعد واپس آئے (1915)۔ ان کے سیاسی گرو گوپال کرشن گوکھلے اور ان کے روحانی گرو شری راج چندر کی ترغیب پا کر گاندھی جی نے زیادہ تر علاقوں کا دورہ کیا اور ہندوستان کی سماجی زندگی کا مشاہدہ کرنے کی کوشش کی۔ ہندوستان کی غریبی کو انگریزوں کے استحصال کا سبب شمار کر کے انہوں نے ہندوستان سے برطانوی اقتدار کو ختم کرنے کا علاج سوچا۔

رولٹ ایکٹ (1919ء)

برطانوی حکومت نے انگلینڈ کے محکمۂ قانون کے وزیر رولٹ کی زیرِ صدارت یہ قانون (ایکٹ) تیار کیا (1919ء)۔ یہ قانون انقلابیوں اور قوم پرستوں پر ظلم کرنے کے مقصد سے بنایا گیا۔ یہ قانون شخصی آزادی اور اظہارِ بیان کی آزادی کو چھین لیتا تھا اس لیے ''کالے قانون'' کے نام سے مشہور ہوا۔

اس قانون کے تحت کسی بھی شبہ پر کسی بھی شخص کو گرفتار کیا جاسکتا اور مقدمہ چلائے بغیر کئی دِنوں تک اُسے قید میں رکھا جاسکتا تھا۔ اسی لیے گاندھی جی نے اِسے ''کالا قانون'' کہا۔ بقول شری موتی لال نہرو، ''دلیل، اپیل اور وکیل'' کا اختیار چھین لیا گیا۔

اس قانون کی رو سے برطانوی سرکار کو مخالفین پر ظلم وستم کرنے کا وسیع اختیار حاصل ہوا۔ اس لیے راہنماؤں اور عوام نے جگہ جگہ اس کی مخالفت کی۔ اس کی مخالفت کے لیے اجلاس، جلوس، مظاہروں اور ہڑتالوں کا منصوبہ بنایا گیا۔ دِلّی میں گاندھی جی کو گرفتار کیا۔ پنجاب میں ڈاکٹر ستیہ پال اور سیف الدین ڈاکٹر کچلو کو گرفتار کرتے ہی تحریک نے زور پکڑا، سرکار نے ظلم وستم کا دور کھلے عام کر دیا۔

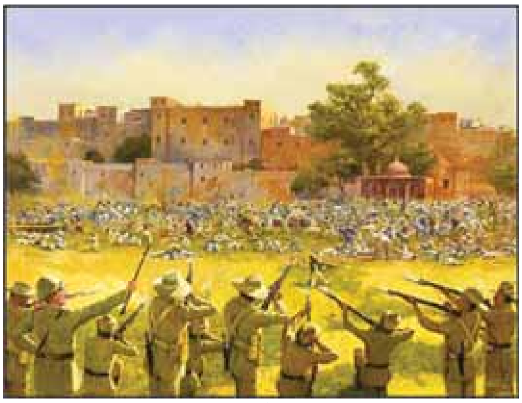

4.1 جلیان والا باغ - انگریزوں کا غیر انسانی ظلم

جلیانوالہ باغ کا قتلِ عام (13، اپریل 1919)

پنجاب میں امرتسر سے ہر دل عزیز رہنما ڈاکٹر ستیہ پال اور سیف الدین ڈاکٹر کچلو کو گرفتار کیا، اس کے خلاف بیساکھی تہوار کے روز پنجاب میں امرتسر میں واقع جلیانوالہ باغ میں ایک اجلاس منعقد کرنے کا منصوبہ بنایا۔

لشکر کے سپاہیوں کو لے کر جنرل اوڈونیل ڈائر وہاں پہنچ گیا اور اس نے کسی بھی قسم کی وارننگ دیے بغیر معصوم لوگوں پر مشین گن سے گولیوں کی بارش کی۔ باغ کی چاروں طرف اونچی دیواریں، درمیان میں ایک اندھا کنواں اور باہر نکلنے کا صرف ایک ہی راستہ تھا اس لیے بے شمار لوگ گولیوں کا شکار ہوئے۔ سرکاری احوال کے مطابق 379 لوگ مارے گئے اور 1200 زخمی ہوئے۔ جب کہ کانگریس کی مقرر کردہ کمیٹی کے مطابق 1000 لوگ مارے گئے۔ یہ بات بڑی افسوس ناک ہے کہ اس واقعے کی تفتیش کرنے والے ہنٹر کمیشن نے بھی جنرل ڈائر کی طرفداری کی اور اُسے انجانے میں ہونے والی بھول بتا کر قابلِ معافی قرار دِیا جب کہ دوسری طرف وہ انگلینڈ واپس گیا تو اُسے 2000 پاؤنڈ اور تلوار دے کر اُس کی عزت افزائی کی گئی۔ اس بات سے بھارت کے لوگوں کو

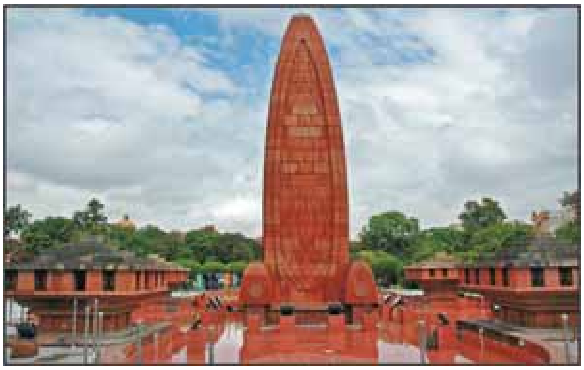

4.2 جلیان والا باغ کے شہیدوں کی یادگار

سخت صدمہ پہنچا۔ اس غیر انسانی قتلِ عام سے گاندھی جی کا انگریزوں پر سے مکمل طور پر بھروسہ اُٹھ گیا۔ اس واقعے نے قومی اتحاد قائم کرنے میں اہم رول ادا کیا۔ اس قتلِ عام نے مستقبل کی تحریک عدم تعاون کا پیش خیمہ بھی تیار کیا۔

تحریکِ خلافت

پہلی عالمی جنگ کے دوران ترکی، جرمنی کے گروہ میں شامل ہوا اس لیے انگلینڈ کی فتح کے بعد اُس کے ساتھ جو معاہدہ کیا گیا اُس کی شرائط کافی سخت اور غیر منصفانہ تھی۔ تُرکی کے سلطان اُس وقت مذہب اسلام کے خلیفہ (مذہبی سربراہ) تھے۔ اُس نے جو سخت شرائط عائد کی تھی اُس کی مخالفت کر کے قدرے نرم کرنے کے لیے بھارت میں جو تحریک چلائی اُس تحریک کو ''خلافت تحریک'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ علی برادران، مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی، اس تحریک کے اہم راہنما تھے۔ ہندو-مسلم اتحاد کے خیال سے گاندھی جی نے کانگریس کو بھی اس کی تائید کرنے کو کہا۔ کانگریس کی تائید نے اس تحریک کی اشاعت میں اضافہ کیا۔

4.3 عام لوگ عدم تعاون تحریک میں

تحریک عدم تعاون (1920-1922)

دسمبر 1920 کے ناگپور اجلاس میں کانگریس نے جن کی حمایت کی تھی۔ کانگریس نے اب برطانوی سامراجیہ کے نیزے کے تحت خود اقتدار کے بدلے علی الاعلان مطالبہ کیا کہ ''سوراج چاہیے''۔

مثبت پہلو

تحریک کے مثبت پہلو میں ہندو-مسلم اتحاد کو مستحکم بنانا، سودیشی اشیاء کو ترجیح دینا، گھر گھر چرخے چلانا، تلک سوراج فنڈ میں ایک کروڑ روپیہ جمع کرنا، چھوت چھات کی روک تھام، نشہ بندی، قومی تعلیم وغیرہ سرگرمیاں شامل تھیں۔

منفی پہلو

جبکہ دوسری جانب سرکاری نوکریاں (ملازمت) مجلس مُقننہ، سرکاری اسکول اور کالج وغیرہ کا بائیکاٹ، سرکاری عدالتیں، مقامی اداروں میں نامزد کردہ ممبروں کا استعفیٰ دینا، غیر مُلکی کپڑے کے ساتھ ساتھ دیگر اشیاء کا بائیکاٹ کرنا، سرکاری تقریبات، القاب (خطاب) وغیرہ کا بائیکاٹ جیسے کئی پروگرام شامل تھے۔

تحریکِ عدم تعاون کے پروگرام

تحریک کی شروعات میں مہاتما گاندھی نے خود کا 'کیسرِ ہند' اور رونِدر ناتھ ٹھاکُر نے 'نائیٹ ہوڈ' وغیرہ خطاب ٹھکرا دیے۔ مُلک کے دیگر لیڈران نے بھی خود کے القاب وخطابات ٹھکرا دیے تھے۔ طلبہ نے انگریزی اسکولوں اور کالجوں کو چھوڑ دیا۔ جگہ جگہ غیر ملکی کپڑے کی ہولی کی گئی۔ نومبر 1921 میں ڈیوک آف کیناٹ جو بھارت آئے تو ان کا بائیکاٹ کیا گیا۔ برٹس آف ویلس کے اعزاز کا بھی بائیکاٹ کیا گیا۔ اس اقدام نے ملک میں اچھے خاصے قومی جذبے کو بیدار کیا۔ دوسرے جانب قومی اسکول، کالج کھولے گئے جن میں کاشی، بہار، جامعہ ملیہ، گجرات وغیرہ میں قومی وِدیاپیٹھ (یونیورسٹیاں) قائم کی گئی۔ سودیش (قومیت) کی اشاعت زور وشور سے ہونے کی وجہ سے انگلینڈ سے درآمد ہونے والا کپڑا، جوتے، تفریحی اشیاء میں بہت کمی واقع ہوئی۔ برطانوی پارلیمنٹ میں اس کا ردِّعمل ہوا۔ انگلینڈ کو ہونے والے بے انتہا نقصان سے سرکار بھی چونک اُٹھی۔

تلک فنڈ میں ایک کروڑ روپے سے زیادہ روپے جمع ہوئے۔ دیگر اس تحریک کے درمیان ہندو مسلم اتحاد کو کئی مقامات پر اُجاگر کیا، پھر بھی ہندو زمینداروں اور مسلمان کسانوں کے درمیان ہونے والے ''موپلا بلوہ'' (ملبار) بھی قابل تنقید واقعہ تھا اور اس کو برطانوی سرکار نے سختی سے دبا دیا۔

اس تحریک کو ناکامیاب بنانے کے لیے سرکار نے جارحانہ سخت پالسی کا سہارا لیا۔ بے تحاشہ لاٹھی مار، گولی باری، فرقہ وارانہ گرفتاریں اور غیر انسانی مظالم کیے گئے۔ ہندو-مسلم اتحاد کو توڑنے کی ایک ناکام کوشش کی گئی۔

چوراچوری واقعہ اور تحریک کی موقوفی

اُتر پردیش کے گورکھ پور ضلع کے چوراچوری گاؤں (5 فروری 1922) میں نکلے ہوئے جلوس کے لوگوں پر پولس نے گولی باری کی۔ پولس کی گولیاں ختم ہوگئی تب وہ پولس چوکی میں بند ہوگئے۔ تشدد پر آمادہ لوگوں نے پولس چوکی کو نذرِ آتش کردیا جس میں 21 پولس والے ہلاک ہوگئے۔ اس تشدد آمیز واقعہ کی خبر ملتے ہی گاندھی جی نے کہا **''اہنسا کی قیمت نہ سمجھنے والے لوگوں کے ہاتھ میں ستیہ گرہ کا ہتھیار دے کر میں نے ہمالیہ (جتنی بڑی) جیسی عظیم غلطی کی ہے''**۔ یہ کہہ کر انھوں نے فوراً تحریک عدم تعاون واپس لے لینے کا اعلان کردیا۔

عدم تعاون تحریک کی اہمیت اور اُس کے اثرات

تحریک عدم تعاون اس کے مقاصد کو پورا کرنے میں بہت حد تک ناکام رہی۔ مگر اس کے منفی اور مثبت پروگراموں کے ذریعے انھوں نے لوگوں کو اپنے حقوق کے تئیں بیدار کیا۔ سرکار کے سامنے ایک مخالف ماحول تیار کیا۔ عوام نے ناانصافی کے خلاف جذبۂ کشمکش کو اُجاگر کیا۔ بھارت کے تمام طبقوں میں سیاسی بیداری آئی۔ 'سوراج' کے لیے ان کا عقیدہ مستحکم ہوا۔ لوگوں میں لاٹھی، سزا، جیل کا خوف دور ہوا۔ نوجوان اور عورتیں بھی قومی خدمات کے لیے آگے آئیں اور کانگریس عوام کا ادارہ بنا۔ مُلک میں قومی تعلیم دینے والی اسکولیں شروع ہوئیں۔ انگریزی زبان کے مقابلے ہندی زبان کو اہمیت ملی۔ جو قومی تحریک اب تک شہروں اور دانشمندوں تک محدود تھی وہ گاؤں گاؤں عوام تک پہنچ گئی۔

سوراج پارٹی

بھارت کی عوام میں اُجاگر ہوئی سیاسی بیداری کو برقرار رکھنے کے غرض سے عدم تعاون تحریک کی موقوفی کے بعد چترنجن داس مُنشی اور موتی لال نہرو نے سوراج پارٹی قائم کی۔ ان کا مقصد قانون ساز اسمبلی میں داخل ہوکر سرکار کی نامناسب پالیسیوں کے خلاف آواز اٹھانا تھا۔ سوراج پارٹی کے بانیوں نے بھی گاندھی جی کے چھوت اچھوت کے امتیاز کو مٹانے، ہندو مسلم اتحاد قائم کرنے، چرخا چلانے، نشہ بندی کرنے جیسے تعمیری کاموں کو بھی منظور کیا۔

نومبر 1923 میں منعقدہ قانون ساز اسمبلی کے انتخاب میں سوراج پارتی اور مرکزی قانون ساز اسمبلی اور بعض علاقائی قانون ساز اسمبلیوں میں سوراج پارٹی کے ممبران کے منتخب ہونے سے انھیں واضح اکثریت حاصل ہوئی۔ حالانکہ بنگال کے علاقے میں اکثریت حاصل نہ ہوسکی پھر بھی ایک بڑی پارٹی اور مضبوط پارٹی کے طور پر اُسے مقام حاصل ہوا۔ مرکزی قانون ساز اسمبلی میں پارٹی کے لیڈر کے طور پر موتی لال نہرو اور بنگال علاقے میں لیڈر کے طور پر چترنجن داس مُنشی کو متعین کیا گیا۔

سوراج پارٹی نے سرکاری بجٹ اور قوانین کو نامنظور کرکے سرکار کی غیر منصفانہ پالسی اور طریقۂ کار کی مخالفت کی۔ انھوں نے عوام کے مسائل کی طرف سرکار کو توجہ مرکوز کرنے پر مجبور کیا۔ سوراج پارٹی کی سرگرمیوں کی وجہ سے سرکار کو دو سال قبل ہی 'سائمن کمیشن' مقرر کرنا پڑا۔

قانون ساز اسمبلی میں سوراج پارٹی نے نظم وضبط سے کام انجام دے کر اعلیٰ قسم کا پارلیمانی دستور قائم کیا۔ بھارت کی عوام میں جمہوری طریقے سے اور دستور کے مطابق حکومت چلانے کی قابلیت ہے یہ بات برطانوی سرکار کے سامنے ثابت کی۔ اس قسم کی عمدہ کارکردگی کی وجہ سے بھارت کا تعلیم یافتہ طبقہ سوراج پارٹی کی جانب راغب ہوا۔ عوام میں بھی دوبارہ قومی بیداری رونما ہوئی۔ سوراج کو قریب تر لانے میں اس پارٹی نے اہم کردار ادا کیا۔ ان تمام معاملات میں اس کی اہمیت اور ضرورت واضح ہوئی۔

لیکن جون 1925ء میں چترنجن داس مُنشی کے انتقال کی وجہ سے سوراج پارٹی کمزور ہوگئی اور اس کے بہت سے ممبر سرکار کو ساتھ دینے سے بعض ممبروں نے نیشنل پارٹی نامی نئی پارٹی قائم کی جس سے سوراج پارٹی کی عظمت ختم ہوگئی۔ اُس کے بعد انتخابات میں تو مدراس علاقے کے علاوہ ہر جگہ اس کے امیدواروں کو شکست ہوئی (1926)۔ پپن چندر پال اور سریندر ناتھ بینرجی نے تو ان کی کارکردگی پر سخت تنقید بھی کی۔

مشق

.1 ذیل کے سوالات کے ترتیب وار جواب لکھیے :

(1) بائیکاٹ تحریک اور سودیشی تحریک کی شکل وصورت اور نتائج کے بارے میں بحث کیجیے۔

(2) تشدد آمیز انقلابی تحریک کی ابتداء اور ترقی بیان کیجیے۔

(3) عدم تعاون تحریک کے پروگرام، واقعات کا بیان کرکے اس کے اثرات کی جانچ کیجیے۔

2. **مختصر نوٹ لکھیے :**

(1) غیر ملکوں میں انقلابی تحریک

(2) رولیٹ ایکٹ

(3) جلیانوالہ باغ کا قتلِ عام

(4) سوراج پارٹی

3. **ذیل کے سوالات کے جواب دیجیے :**

(1) بنگال کی تقسیم کب اور کس نے کی ؟ کس لئے ؟

(2) گجرات میں ہونے والی تشدد آمیز انقلابی تحریکوں کے متعلق بیان کیجیے۔

(3) 'رولیٹ ایکٹ' کو گاندھی جی نے 'کالا قانون' کیوں کہا ؟

(4) تحریک عدم تعاون کو کیوں موقوف کرنا پڑا ؟

(5) سوراج پارٹی کی عظمت میں کمی واقع کیوں ہوئی تھی ؟

4. **ذیل کے ہر ایک سوال کا جواب دیے گئے متبادل میں سے صحیح متبادل تلاش کر کے لکھیے :**

(1) بنگال کی تقسیم جس دِن عمل میں آئی اُس دِن کو کس دِن کے طور پر منایا جاتا ہے؟

(A) قومی سوگ دِن (B) بنگ بھنگ دِن

(C) یومِ جمہوریہ (D) تین میں سے ایک بھی نہیں۔

(2) کس اصلاح نے مسلمانوں کو قومی ووٹ دینے والے منڈل دیے؟

(A) مونٹ فرڈ (B) ایل برٹ بل

(C) اگست آفر (D) مارلے۔منٹو

(3) گجرات میں مسلح انقلاب کا پیش خیمہ سب سے پہلے کس نے تیار کیا تھا ؟

(A) باری ناتھ گھوش (B) چھوٹو بھائی پُرانی

(C) انبو بھائی پُرانی (D) اروِند گھوش

(4) غیر ملکی زمین پر ہندوستان کا پہلی بار قومی جھنڈا کس نے لہرایا تھا ؟

(A) شیام جی کرشن ورما (B) رانا سردار سینھ

(C) میڈم بھیکا جی کاما (D) مدن لال ڈھینگرا

سرگرمی

- اس باب میں دی گئی شخصیتوں کے فوٹو گراف جتنے دستیاب ہوسکے اتنے جمع کیجیے۔
- 1857ء کی جنگ کے اہم رہنماؤں اور انقلابیوں کی سوانح عمری کی کتابیں حاصل کر کے مطالعہ کیجیے۔
- 1857ء کی جنگ کے اہم مراکز ظاہر کرتا ہوا نقشہ ظاہر کیجیے۔
- اپنے ضلع کے آزادی کے جنگجوؤں کی فہرست بنائیے۔

5 آزادی کی حصول کی جانب سفر

1920 سے 1947 کے درمیانی حصّے کو گاندھی عہد اور گاندھی عہد کی تحریکوں کا عہد شمار کیا جاتا ہے۔ بھارت کی قومی تحریک کا یہ دوسرا مرحلہ آئینی حقوق کے حصول کی لڑائی تو ہے ہی لیکن ساتھ ہی ساتھ آزادی کے حصول کی لڑائی کا بھی ہے۔ یہ تحریکیں جن حالات سے گزری اور اُس سے متحدہ طور پر جو اثرات مرتب ہوئے ہم یہاں اُس کا مشاہدہ کریں گے۔

سائمن کمیشن (1927)

مونٹفرڈ (مونٹیگیو - (چمیسفرڈ) 1919) کی اصلاحات میں یہ سہولت مہیّا تھی کہ اصلاحات کا عمل کس طرح سے ہوا ہے اور اصلاحات کی ضرورت کے متعلق (غور وخوض) مطالعہ کرنے کے لیے دس سال کے بعد ایک کمیشن کا تقرر کیا جائے؛ مگر دو سال قبل ہی سائمن کمیشن کا تقررعمل میں آیا۔ جون سائمن کی زیرِ قیادت قائم کردہ کمیشن سات ممبروں پر مشتمل تھا اور تمام کے تمام ممبر صرف انگریز تھے۔ ہندوستانیوں کے دُکھ-درد ایک ہندوستانی ہی سمجھ سکتا ہے اس خیال کے مدّنظر کمیشن میں ہندوستانیوں کو شامل کیا جائے ایسی سفارش کی گئی تھی، مگر انگریزوں نے اس سفارش کو مسترد کردیا۔ لہٰذا ہندوستانیوں نے سائمن کمیشن کا بائیکاٹ کرنے کا فیصلہ کیا۔ بھارت میں سائمن کمیشن کی آمد پر ہڑتال، اجلاس، جلوس، سائمن گو بیک کے نعروں اور کالے پرچم لہرا کر احتجاج کیا۔ دوسری جانب سرکار نے ظلم وستم کی پالسی اختیار کی۔ اس ظلم وستم کی پالسی کی زد میں لالا لاجپت رائے اور پنڈت جواہر لال نہرو، گووند ولّبھ پنت بھی آ گئے۔ لاہور کے ایک جلوس کی قیادت کرتے ہوئے لالا لاجپت رائے شدید طور پر زخمی ہوئے، کچھ عرصے کے بعد اُن کا انتقال ہوگیا۔

لالا جی کی موت کی خبر سے بھگت سینھ، سُکھ دیو، راجگرو وغیرہ انقلابی بھڑک اٹھے اور لاٹھی چارج کا حکم دینے والے افسر سانڈرس کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

نہرو کمیٹی

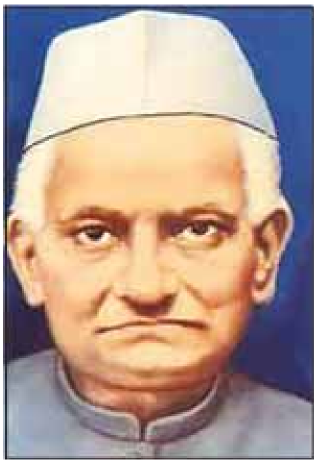

موتی لال نہرو

سائمن کمیشن کا بائیکاٹ ہونے سے بھارت کے وزیر برکنہیڈ نے آئینی (خاکہ) ڈرافٹ پیش کرتے ہوئے یہ مشورہ دیا کہ بھارت کے رہنما تمام پارٹیوں کو منظور ہوا ایک ایسا آئینی خاکہ تیار کرے تو برطانوی حکومت اُس پر غور وخوض کرے گی۔ اس چیلینج کو اٹھاتے ہوئے ہندی قومی مہاسبھا نے موتی لال نہرو کی صدارت میں نہرو کمیٹی کی تشکیل کی اور اُس نے جو احوال دیا اُسے نہرو احوال کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جس میں مقامی سوراج •ڈومنین اسٹیٹ)، آزاد عدلیہ، بنیادی حقوق، بالغ حق رائے دہندگی وغیرہ معاملات کو شامل کیا گیا مگر انگریز سرکار نے اس احوال کی سفارشات کو نامنظور کیا۔

مکمل سوراج کا مطالبہ 1929

اُس وقت ہندی راشٹریہ مہاسبھا (کانگریس) میں جواہرلال نہرو، سُبھاش چندر بوز جیسے نوجوان لیڈر سرگرم ہوئے تھے جو مکمل سوراج کے حمایتی تھے۔ مقامی سوراج سے نوجوانوں کو اطمینان نہیں تھا۔ انھوں نے دریائے راوی کے کنارے لاہور میں جواہر لال نہرو کی زیرِ قیادت میں ہندی راشٹریہ مہاسبھا (کانگریس) نے مکمل سوراج کا مطالبہ پیش کیا۔ اُس کے بعد 26 جنوری 1930 کے روز آزادی کے لیے قسمیں کھائیں اور پہلی بار 'یومِ آزادی' منایا گیا۔ اس کے بعد جب تک آزادی ملی وہاں تک ہر سال 26 جنوری کا دِن ''یومِ آزادی'' کے طور پر منایا جائے گا ایسا طے پایا اور اُس دِن کی اہمیت کو برقرار رکھنے کے لیے ہمارا آئین بھی اُسی دِن عمل میں آیا۔

جواہر لال نہرو

ڈانڈی کوچ 12 مارچ سے 6 اپریل، 1930

دانڈی کوچ

تحریک سول نافرمانی کے ایک حصّے کے طور پر گاندھی جی نے ڈانڈی گاؤں کے دریا کنارے جا کر نمک کے قانون کو توڑنے کا فیصلہ کیا۔ 11 ویں مارچ کے روز شام کو آشرم میں ہزاروں لوگوں کے اجلاس میں اس ستیہ گرہ کا پیغام دیا۔ لوگوں سے اس بات کی تلقین کی گئی کہ اگر اُن کی گرفتاری ہو تو بھی بڑے اطمینان سے پُر اعتماد طریقے سے کسی طرح کی ہِنسا کیے بغیر اس تحریک کو آگے بڑھانا ہے۔ احمد آباد کے سابرمتی ہریجن آشرم (اب گاندھی آشرم) سے 12 ویں مارچ 1930 کے روز ''ویشنوجن تو تینے رے کہیے ؛ جے پیڑ پرائی جانے رے'' گاتے ہوئے اور ''بھنے نرسیّو تینو درشن کرتا کُل اکوتِر تاریارے'' اس عہد کے ساتھ ''شور سنگرام کو دیکھ بھاگے نہیں، دیکھ بھاگے سوئی شوئی شور نہیں''۔ یہ پورا ہوتے ہی عظیم کوچ شروع ہوئی۔ گاندھی جی کی قیادت میں سروجنی نائڈو، مہادیو بھائی دیسائی سمیت ڈانڈی کوچ کی شروعات کی۔ احمد آباد سے ڈانڈی کا فاصلہ 370 کلومیٹر ہے۔ ڈانڈی کوچ راستے میں اسلالی، باریجا، نڈیاد، آنند، بوری آوی، راس جمبوسر، بھروچ، سورت، نوساری جیسے کئی چھوٹے-بڑے شہروں میں اجلاس منعقد کر کے لوگوں کو سوِل نافرمانی اور نمک قانون کیوں توڑنا ہے اس بات کی وضاحت کی۔ گاندھی جی نے بمقام بھاٹ (21، مارچ 1930) کہا ''میں کوّے-کُتّے کی موت مروں گا لیکن سوراج حاصل کیے بغیر اب اس آشرم میں قدم نہیں رکھوں گا۔'' یہ کوچ جس گاؤں-شہر سے گزرتی جاتی وہاں کے لوگ راستوں کی صفائی کرتے، پانی کا چھڑکاؤ کرتے، تورن باندھ کر سجاوٹ کرتے، ستیہ گرہ کے تئیں اپنی عقیدت کا اظہار کرتے۔ اس ڈانڈی کوچ نے ہندوستان کی عوام میں ایک بے مثال بیداری، عجیب عقیدت، ایک جوش اور اتحاد بیدار کرنے کا عمدہ کام کیا۔ پورے مُلک میں چاروں طرف ستیہ گرہ کی ایک فضا قائم ہوگئی۔ گاندھی جی اپنے ساتھیوں کے ساتھ 24 دِن پیدل چل کر ڈانڈی گاؤں پہنچے (5 اپریل 1930)۔ 6 اپریل 1930 صبح برابر 6:30 بجے نمک کی کیاری سے نمک اٹھا کر نمک کا ناانصاف قانون توڑا۔ گاندھی جی نے کہا، ''میں نے نمک کا قانون توڑ دیا۔'' اور وہاں موجود لوگوں سے خطاب کیا۔ انھوں نے کہا ''میں عمارتِ برطانیہ حکومت کی بنیاد کھود رہا ہوں (بنیاد میں لُونا لگا رہا ہوں)۔'' شری مہادیو بھائی دیسائی اس ڈانڈی کوچ کو مہا بھِنشکرمن سے تشبیہ دیتے ہیں۔ دُنیا بھر کے صحافی فوٹوگرافرس نے اس مقام کی ملاقات لی اور آنکھوں دیکھا احوال اپنے اپنے اخباروں، رسالوں اور کتابوں میں شائع کیا۔ اس طرح 12 مارچ کو سابرمتی آشرم سے شروع ہونے والی دُنیا کی مشہور ڈانڈی کوچ کا مادّی اختتام ہوا، مگر برطانوی سلطنت کی عمارت کی بنیاد کھودنے کا عمل شروع ہو چکا تھا۔

دانڈی کوچ کا راستہ

نمک کا قانون توڑتے ہوئے گاندھی جی

پورے ملک میں سوِل نافرمانی کی تحریک کا آغاز ہوا۔ سرکار نے ظلم وستم کا کوڑا اٹھا رکھا تھا۔ لاٹھی مار، گرفتاریاں، گولی باری، عورتوں اور بچوں پر مظالم کیے جا رہے تھے مگر لڑائی کا زور کسی طرح کم ہوتا نظر نہیں آتا تھا۔

ڈانڈی کوچ کے درمیان غیر ملکی کپڑے کا بائیکاٹ، نشہ بندی، ہندو-مسلم اتحاد، چھوت چھات نابودی وغیرہ کئی تعمیری پروگرام منعقد کیے گئے۔

ڈانڈی کوچ اور نمک ستیہ گرہ سے عوام میں جو بیداری پیدا ہوئی اُس کے مدّنظر عدم تعاون تحریک اور ستیہ گرہ کے پروگرام پورے ملک میں شروع ہوئے۔ اِن پروگراموں میں سودیشی تحریک اور غیر مُلکی اشیاء کا بائیکاٹ، نشہ بندی اور شراب خانوں پر پکیٹنگ، ساتھ ساتھ محصول ٹیکس ادا نہ کرنا، ''کوئی ٹیکس نہیں تحریک''، چھوت چھات کی نابودی پروگرام سے متعلق ستیہ گرہ، اجلاس، جلوس کے کئی پروگرام ہوئے۔ اس بیداری کو کمزور کرنے اور کچل دینے کے لیے لاٹھی چارج، قید خانے بھرنے جیسے اذیت آمیز اقدام اٹھائے، اس کا ردِعمل یہ ہوا کہ دیش کی ریلوز پر، پولس اسٹیشن، پوسٹ آفس اور دیگر سرکاری عمارتوں پر توڑ-پھوڑ، حملے وغیرہ جیسے تشدد آمیز حادثات رونما ہوئے۔ اِن واقعات میں خان عبد الغفار (سرحد کے گاندھی) کی زیرِ قیادت میں ہونے والی تحریکیں، ممبئی کے قریب وڈالا کے شراب خانوں پر لوگوں کا حملہ، دہلی میں کستوربا گاندھی کی زیرِ قیادت میں نشہ بندی کے لیے پکیٹنگ، سورت کے دھراسنا اور وِرم گاؤں علاقے میں ہونے والے نمک کا ستیہ گرہ اور سرکاری نوکریوں سے استعفیٰ، سرکاری اسکولوں سے تعلیم ترک کرنے کے پروگرام اہم ہیں۔

گاندھی - اِروِن معاہدہ، گول میزی کانفرنس اور ستیہ گرہ کی موقوفی

برطانوی سرکار نے بھارت کو کس قسم کا آئین اور اصلاحات دیے جائیں اُس سبب سے گول میزی کانفرنس (Round table Conference) طلب کی گئی، پہلی کانفرنس لندن میں ہوئی (نومبر 1930)۔ مگر وہ کانگریس کی غیر موجودگی کے لیے ناکامیاب رہی اس لیے کانگریس کو منانے گاندھی جی اور اِروِن کے مابین گاندھی-اِروِن معاہدہ ہوا (مارچ 1931) جس میں ستیہ گرہ کی پالسی جس میں نمک تیار کرنے کی آزادی اور خاموش پکیٹنگ کی رضامندی اہم نکات تھے۔ اُس کے بعد دوسری گول میز کانفرنس میں کانگریس کے نمائندے کی حیثیت سے صرف گاندھی جی ہی حاضر رہے تھے مگر برطانیہ کی جانب سے آئین کی تشکیل کی بحث میں الگ الگ قوم کے لیے علیٰحدہ رائے دہندگان منڈل کی تقسیم کو فروغ دینے والا نکات پیش ہونے سے گاندھی جی بڑے مایوس ہوئے اور آخر میں یہ کانفرنس ناکام رہی۔

ہند چھوڑو تحریک (1942-1943)

عالمی جنگ میں بدلے ہوئے حالات کے مدِّنظر کانگریس کی کابینہ نے انفرادی ستیہ گرہ بند کرنے کا فیصلہ کیا (جنوری 1942)۔

کرِپس درخواستوں سے یہ ثابت ہو چکا تھا کہ برطانوی سرکار اقتدار چھوڑنا نہیں چاہتی اور ہندوستان کو سوراج دینے کا اُن کا کوئی ارادہ نہیں لگتا۔ برطانوی سرکار بھارت کے لوگوں کو بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس لیے بھارت کے لوگ مایوس ہوگئے اور انہیں غصہ بھی آیا۔ گاندھی جی نے ان کی مایوسی کو دور کیا اور ایک آخری نئی جنگ لڑنے کے لیے اُنھیں آمادہ کیا۔

ممبئی میں منعقدہ کانگریس مہا سمیتی کے اجلاس میں گاندھی جی کی قیادت میں 8/اگست 1942 کی رات کو ہند چھوڑو کی قرارداد پاس کی گئی۔ دوسرے دِن صبح تڑکے گاندھی جی، ولبھ بھائی پٹیل، جواہر لال نہرو، مولانا ابوالکلام آزاد کے علاوہ ملک کے نامور دیگر رہنماؤں کو گرفتار کرلیا گیا۔ اخباروں پر پابندی عائد کردی۔ ریاستی وصوبائی سطح کے کانگریسی لیڈروں کو بھی گرفتار کرلیا۔ گاندھی جی کے ساتھ ساتھ مُلک کے تمام راہنماؤں کی گرفتاری سے مُلک کے شہروں اور دیہاتوں میں اچانک ہڑتالیں پڑیں اور گاندھی جی نے کہا، ''آزادی کے لیے یہ میری آخری جنگ ہے''۔ اس کے لیے بھارت کی عوام اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار تھے۔ اُن کا نعرہ تھا ''کریں گے یا مریں گے''۔

'ہند چھوڑو' تحریک کے درمیان ہڑتالیں

ملک کے دیہاتوں اور شہروں میں مزدوروں، کسانوں اور نوجوانوں، طلبہ، اساتذہ حضرات، تاجروں اور عورتوں نے اس پروگرام میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ مزدوروں نے کارخانوں میں ہڑتالیں کیں۔ جمشید پور کے فولاد کے کارخانے میں ممبئی اور مدراس کی کپڑا مِلوں میں ہڑتالیں ہوئیں۔ احمد آباد کی 75 کپڑا مِلوں میں ایک لاکھ چالیس ہزار مزدوروں نے 105 دِنوں کے لیے پُر امن طریقے سے اور پہلے کبھی نہ دیکھی گئی ہو ایسی ہڑتال کی۔ اسکول-کالجوں میں بھی ہڑتال کا ماحول دیکھا گیا۔ احمد آباد میں ساڑھے تین ماہ کے لیے بازار بند رہے۔

ہند چھوڑو تحریک کے درمیان توڑ پھوڑ کی سرگرمیاں

بھارت میں چاروں طرف انگریز حکومت کے خلاف مخالفت کے شعلے بھڑک اٹھے۔ سرکار نے لوگوں کے خلاف ظلم وستم روا رکھا اس لیے شہروں اور دیہاتوں میں لوگوں کے گروہوں ٹیلیفون، ریلویز کی لائنیں، سرکاری عمارتیں، پوسٹ آفس، پولس اسٹیشنوں، سرکاری دفاتر، پل، راستے، اسکول-کالجوں کی عمارتوں، ریلوے اسٹیشنوں وغیرہ میں توڑ-پھوڑ کی وارداتیں ہوئیں۔ ریلویز کو کافی نقصان اٹھانا پڑا۔ کچھ علاقوں میں لوگوں نے بم کا بھی استعمال کیا۔

لڑائی کو کچلنے میں سرکار کی ناکامیابی

اس لڑائی کی شدّت اور کئی علاقوں میں پھیلاؤ کے سبب اجتماعی گرفتاریاں اور سخت ظلم وستم کی پالسی کے تحت اس کو کچل دینے کی سرکا کی منشا بر نہ آئی۔ پورے ملک میں جگہ جگہ اس کے اثرات نظر آنے لگے۔ توڑ پھوڑ کے ذریعے سرکاری انتظامیہ کو درہم برہم کرنے کی کوششیں ہوئی۔ 70,000 سے زیادہ لوگوں کو جیل میں بھیج دیا گیا۔ اس تحریک کے درمیان 538 بار گولی باری کی گئی۔ 1028 لوگ مارے گئے۔ 3200 انسان زخمی ہوئے۔ احمدآباد اور پٹنہ میں سب سے زیادہ طلبہ مارے گئے۔ اس لڑائی میں لوگوں نے انفرادی اور اجتماعی پیانے پر جس بہادری کا مظاہرہ کیا اس کے پیشِ نظر دُنیا کو اور خود برطانوی حکومت کو یہ نظر آنے لگا کہ اب ہندوستان میں اُن کی حکومت واقتدار زیادہ دِنوں تک قائم نہ رکھا جاسکے گا۔ لوگوں نے اس تحریک کو ذاتی طور پر چلایا۔ 'ہند چھوڑ' تحریک کا یہ لفظ بھی عوام کے اعلانوں میں سے ہی اپنے آپ وضع ہوا تھا۔ اس ضابطے سے ڈومینین اسٹیٹس (نوآبادیاتی سوراج) کا تصور گم ہوگیا۔ اب تو مکمل سوراج ہی چاہیے اور اس کے لیے لوگ مستعدّ ہوئے۔ اس کے پانچ سال بعد بھارت کو مکمل آزادی ملی۔

آزاد ہندفوج اور سُبھاش چندر بوز

سُبھاش چندر بوز کی پیدائش اُڑیسہ صوبے کے شہر کٹک میں ہوئی تھی (23 جنوری 1897ء)۔ اُن کے والد رائے بہادر جانکی ناتھ بوز پیشہ سے وکیل تھے اور وہ سرکاری وکیل تھے۔ ان کی والدہ شریمتی پاروتی دیوی بڑے مذہبی خیالات کی تھی۔ آگے چل کر یہ بنگالی لڑکا برطانوی حکومت کا وفادار خادِم بنے گا یہ پیشین گوئی کی تھی۔ جس نے ہندوستانی برطانوی حکومت کے خلاف آزادی کی جنگ میں لڑنے والے ایک سپاہی کی حیثیت سے کام کیا۔ کولکاتا کی پریسیڈینسی کالج میں اعلیٰ نمبروں سے امتحان پاس کر کے اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلینڈ گئے تھے، وہاں انھوں نے نہایت مشکل مانی جانے والی I.C.S. (انڈین سوِل سروِس) کا امتحان چوتھے نمبر سے پاس کیا اور کولکاتا واپس لوٹے۔ کولکاتا کی پریسیڈینسی کالج کے انگریز پروفیسر اوٹ کے بھارتیوں کے تئیں رنگ امتیاز کی پالسی اور بھارتی طلبہ کے تئیں توہین آمیز سلوک اور گھمنڈ کے تلخ تجربات نے ان کے دل میں انقلاب کا بیج بویا۔ وہ ہندمہاسبھا کے سرگرم رُکن ہوگئے۔ وہ ''قومی سوراج پارٹی'' میں شامل ہوئے (1923) اور تھوڑے ہی عرصے میں نوجوانوں میں ہر دل عزیز ہوگئے۔ ''سوِل نافرمانی تحریک'' میں وہ صفِ اول رہے تھے اور قیدخانے کی اذیتیں برداشت کی تھیں۔ سُبھاش چندر بوز اپنی صلاحیت اور مقبولیت کے بل بوتے پر عیسوی سن 1938 میں صرف 41 کی عمر میں ہی ہری پور (سورت) کانگریس اجلاس میں صدر منتخب ہوگئے۔

سُبھاش چندر بوز اور گاندھی جی

سُبھاش چندر بوز اور گاندھی جی میں اختلافِ رائے بڑھنے سے سُبھاش چندر نے کانگریس سے کنارا کیا اور ''فارورڈ بلاک'' کی بنیاد ڈالی اور کئی اجلاس میں مسلسل تقاریر کی۔ برطانوی لوگوں کے خلاف فِضا قائم کرنے کے لیے انھوں نے ملک میں کئی جگہوں کا دورہ کیا اور آخرکار ہند دِفاعی قانون کے تحت ان کو گرفتار کیا اور قیدخانے بھیج دیا (عیسوی سن 1940)۔ قیدخانے میں اُن کے ساتھ ایک سیاسی قیدی سا سلوک نہ ہونے کے سبب انھوں نے ''آمرن اُپواس'' (جب تک موت نہ آئے وہاں تک اُپواس) شروع کیا۔ ان کی طبیعت خراب ہونے پر انھیں ان کے گھر پر ہی نظر قید رکھا گیا، مگر وہ پٹھانی بھیس بدل کر کولکاتہ سے پشاور، قابُل، ایران، روس ہوکر برلین (جرمنی) پہنچے (28 مارچ 1942)۔ جرمنی میں بھارتیوں نے بڑے جوش وخروش سے ان کا استقبال کیا۔ برلین ریڈیو سے انھوں نے اپنے مُلک کی عوام سے برطانیہ کے خلاف جہاد بلند کرنے کی تلقین کی۔ جرمنی میں ہٹلر کے ساتھ اپنے مُلک کی آزادی کے متعلق بحث کی۔ انھوں نے فوجی اکائیاں قائم کر کے اُس میں 3000 بھارتیوں کو بھرتی کیا۔ ہندوستان سے فرار ہوکر جاپان میں بسنے والے بھارتی انقلابی لیڈر راس بہاری بوز نے تمام اداروں کو جوڑتا ہوا ایک ادارہ انڈین اِنڈپینڈنس لیگ نامی مرکزی ادارہ قائم کیا۔ اُس نے

ہندوستان کی آزادی حاصل کرنے کی غرض سے ’آزاد ہندفوج‘ قائم کرنے کا فیصلہ کیا جس میں دُنیا کے مختلف ممالک میں مقیم ہندوستانی جیسے کہ مَلایا، جاپان، چین، سوماترا، جاوا، ہونگ، کانگ، بورنیو، انداماں، برما (میانمار) وغیرہ مقامات سے 100 جتنے نمائندے حاضر رہے تھے۔ جس میں جاپان کے ہاتھوں گرفتار شدہ جنگی قیدی موہن سنگھ نے اس کونسل میں حاضری دی اور جس میں راس بہاری بوز صدر کے طور پر منتخب ہوئے۔

آزاد ہندفوج اور اِنڈین اِنڈپینڈنس لیگ

انگریزوں کے سخت پہروں کو توڑ کر سُبھاش چندر بوز ایک سبمرین کے ذریعے برلین سے ہوشیاری سے جاپان پہنچے (1943)۔ یہ ایک زبردست ہمّت کا مظاہرہ تھا۔ وہاں راس بہاری بوز نے ہندوستان کی آزادی کے لیے یہ فوج انڈین اِنڈپینڈنس لیگ کا اعلیٰ عہدہ سنبھالنے کی دعوت دی۔ یہ فوج ہندوستانی فوجیوں اور افسروں پر ہی مشتمل ہوگی اور وہ صرف ہندوستان کی آزادی کے لیے ہی جنگ کرے گی ایسا طے کیا گیا جس میں جاپان اور اگنی ایشیاء کے ہندوستانیوں کی مدد حاصل رہی۔ جاپان کے وزیرِ اعظم ٹوجو سے ان کی ملاقات ہوئی۔ ان کی ملاقات میں یہ طے ہوا کہ مکمل سوراج کے لیے جاپان ہر قسم کی امداد فراہم کرے گا۔ جیسے جیسے جاپانی فوج بھارت میں آگے بڑھے گی وہاں تک عارضی سرکار بنا کر وہاں کا انتظام انہیں سونپا جائے گا اور جاپان اُسے تسلیم بھی کرے گا۔

سُبھاش چندر بوز جاپان سے سِنگاپور گئے (عیسوی سن 2 جولائی 1943) اور وہاں اِتفاق رائے سے (4 جولائی 1943) اِنڈین اِنڈپینڈنس لیگ کے صدر کے طور پر ان کا انتخاب ہوا۔ ساتھ ساتھ راس بہاری بوز نے ’اِنڈین نیشنل آرمی‘ (INA) ’آزاد ہندفوج‘ کے اعلیٰ عہدے سے خوشی سے استعفیٰ دیا اور انہیں آزاد ہندفوج کا بھی صدر منتخب کیا۔ یہاں رہنے والے بھارت کے لوگوں کو اپنے مادرِ وطن کی آزادی کے لیے مناسب اور قابل لیڈر ملے۔ سُبھاش چندر بوز اُس وقت سے نیتاجی کے نام سے مشہور ہوئے۔ نیتاجی نے سپاہیوں کو ’’چلو دِلّی‘‘، ’’تم مجھے خون دو میں تمھیں آزادی دوں گا‘‘ اور ’’جئے ہند‘‘ کے نعرے دیے۔ اپنی عمدہ رہنمائی کے ذریعے عارضی حکومت (متوازی حکومت) کی بنیاد رکھی۔ جنوب مشرقی ایشیا کے ملکوں کا دورہ کرکے وہاں کے بھارتیوں سے مادرِ وطن کی آزادی کے لیے سب کچھ قربان کرنے کی مانگ کی۔

سُبھاش چندر بوز کے ذریعے عارضی سرکار کی بنیاد

سُبھاش چندر بوز نے آزاد ہندفوج کی قیادت سنبھالنے کے ساتھ ہی عارضی سرکار کی بنیاد رکھی۔ جس میں وہ وزیرِ اعظم اور فوج کے اعلیٰ سربراہ بنے۔ ہند کی اس عارضی سرکار کو جاپان، جرمنی، چین، اِٹلی، برما وغیرہ نے تسلیم کیا۔ اس سرکار نے ہندی زبان کو قومی زبان اور ترنگے پرچم کو قومی پرچم کے طور پر تسلیم کیا۔ آمدنی کے ذرائع کے طور پر جاپان کی امداد، رضا کارانہ فنڈ، ملکتوں پر ٹیکس ڈالنا وغیرہ طے کیا۔ نیتاجی نے 1943 میں انداماں نِکوبار جزائر کی ملاقات لے کر انداماں کو ’’شہید‘‘ اور نِکوبار کو ’’سوراج‘‘ نام دِیا۔

آخری مرحلہ اور سُبھاش بابو کی شہادت

نیتاجی کی زیرِ قیادت فوجی دستوں نے رنگون، پروم، کوہیما (آج کے ناگالینڈ کی راجدھانی) وغیرہ علاقوں پر قبضہ کیا (4 مئی 1944)۔ اس کے علاوہ امپھال (حالیہ منی پور کی راجدھانی) بھی فتح کرلی۔ مگر دوسری عالمی جنگ کے اس عرصے میں امریکہ برطانیہ کی طرفداری میں جنگ میں شریک ہوا اور جاپان کے ہیروشیما اور ناگاساکی شہروں پر ایٹم بم کی بارش کی اور جاپان کو پناہ میں آنا پڑا اس کا اثر یہ ہوا کہ نیتاجی کی آزاد ہندفوج کو ملنے والی امداد بند ہوگئی۔ علاوہ ازیں برطانیہ کے ہوائی جہازوں کی آزاد ہندفوج پر مسلسل بم باری سے حالات بہت نازک ہوگئے تھے۔ نیتاجی سُبھاش چندر بوز اس مشکل حالات میں ہوائی جہاز کے ذریعے بینگ کاک، سائیگون، فورماسا جزیرے کے تائی پائی ہوائی اڈے پہنچے مگر ان کا ہوائی جہاز حادثے کا شکار ہوگیا، اس میں آگ لگ گئی۔ ہسپتال میں علاج کے درمیان ان کی موت ہوگئی (18 اگست 1945)۔ ان کی موت کا بھید آج تک ظاہر نہ ہوسکا۔

حصولِ آزادی اور بھارت کی تقسیم

آزاد ہندفوج کے گرفتار ہونے والے سپہ سالاروں پر وطن کے ساتھ بے وفائی کے الزام لگا کر ان پر مقدمہ چلایا گیا۔ بھولا بھائی دیسائی اور جواہرلال نہرو نے ان کے مقدمے کی پیروی کی مگر برطانوی سرکار نے انھیں سزا سُنا دی۔ جس کا لوگوں نے سخت احتجاج کیا اور سرکار کو یہ سزا واپس لینی پڑی اور ان واقعات اور ممبئی کے بحری بیڑے کے سپاہیوں کے بلوے سے (1946) انگریزوں نے بھارت کو آزادی دینے کے لیے گفتگو کا آغاز کیا۔ برطانیہ کے وزیر اٹیلی نے اعلان کیا کہ

(20 جنوری 1947) برطانوی سرکار کیبنیٹ مشن کے منصوبے کے مطابق قائم کی جانے والی بھارت کی سرکار کو تمام تر اختیارات سپرد کر کے جون 1948 تک ہند سے رخصت ہوجائے گی۔

اس دوران ہند کے وائسرائے کی حیثیت سے ویول کی جگہ ماؤنٹ بیٹن کو نامزد کیا گیا۔ اس وقت بھارت میں جو فرقہ وارانہ فسادات پھوٹ نکلے تھے اس سے بھارت کی حالت قابلِ رحم تھی۔ پہلے آئین ساز اسمبلی کی تشکیل کے لیے جولائی 1946ء کے انتخابات میں کانگریس کو 210 میں سے 201 اور مسلم لیگ کو 78 میں سے 73 نشستیں ملیں۔ مسلم لیگ نے پاکستان کے لیے مضبوط مطالبہ پیش کیا اور سرکار پر دباؤ ڈالنے کے لیے 16 اگست 1946 کے دِن کو بھارت کے مسلمانوں کو ''صحیح اقدام دِن'' کے طور پر منانے کا حکم دیا۔ اس لیے بھارت میں ہر جگہ خوفناک فرقہ وارانہ فسادات پھوٹ نکلے ایسے حالات کے پیشِ نظر سردار پٹیل اور نہرو اور کانگریس کے دوسرے تمام لیڈروں کو یہ محسوس ہوا کہ لیگ کا پاکستان کا مطالبہ منظور کرنے کے سوا دوسرا کوئی راستہ ہی نہیں ہے۔ مُسلم لیگ اور جناح کی ہٹ دھرمی سے آئین اجلاس کا مسلم لیگ کے ذریعے بائیکاٹ ہوا (9 دسمبر 1946)۔

31 جنوری 1947 میں پاکستان حصول کے پرتشدد پروگرام کی ضد کے پیشِ نظر بھارت کی تقسیم منظور کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ ان حالات میں ماؤنٹ بیٹن نے نہرو اور سردار کو سمجھایا کہ بے شمار آزاد اور مخالف اکائیوں والی کمزور مرکزی سرکار کی بنسبت مرکزی حکومت کے زیرِ اثر رہنے والی انتظامیہ اکائیوں اُٹھنے والی مرکزی سرکار کے ذریعے ہندوستان زیادہ امن وچین سے رہ سکے گا۔ لیڈروں کو یہ دلیل مناسب لگی، اُنھوں نے ناچار ہوکر بھارت کی تقسیم کو دکھی دل سے قبول کیا۔

ماؤنٹ بیٹن منصوبہ (جون 1947) اور بھارت کی تقسیم

آزادی اور بھارت کی تقسیم کی منظوری کی وہ میٹنگ
(ماؤنٹ بیٹن منصوبہ اور بھارت کی تقسیم کے متعلق تصویر)

وائسرائے ماؤنٹ بیٹن نے اپنا عہدہ سنبھال لیا (24 مارچ 1947)۔ ان کی رائے کے مطابق ہندوستان کی تقسیم کے سوا اب کوئی چارہ نہیں تھا۔ سردار پٹیل جیسے حقیقت پسند کچھ لیڈروں نے بھی یہ بات قبول کرنے کے لیے اصرار کیا تھا۔ اس طرح ایک طویل بحث ومباحثے کے بعد وائسرائے ماؤنٹ بیٹن نے اکھنڈ بھارت (سالم بھارت) کو تقسیم کرنے کا آخری منصوبہ پیش کیا (3 جون 1947) جو ماؤنٹ بیٹن منصوبے کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔

کانگریس اور مسلم لیگ دونوں نے اس منصوبے کو قبول کیا جو پانچ وائس رائے ماؤنٹ بیٹن نے پنجاب، بنگال کی ہندو عوام کی اکثریت والے علاقے ہند کے ساتھ اور مسلم عوام کی اکثریت والے علاقے پاکستان کے ساتھ، بائیں سرحدی صوبے بلوچستان اور سِلہٹ علاقے پاکستان کے ساتھ جوڑنے کا فیصلہ منظور کیا گیا۔

بھارتی آزادی کا قانون (جولائی 1947)

وائسرائے ماؤنٹ بیٹن کے منصوبے کے مطابق برطانوی پارلیمان نے بھارتی آزادی کا قانون (جولائی 1947) منظور کیا۔

اس قانون کے مطابق بھارتی سنگھ نے پہلے گورنر جنرل کے طور پر ماؤنٹ بیٹن اور پاکستان نے جناب جناح کو پسند کیا۔ اس قانون کی منظوری سے بھارت کی غلامی ختم ہوگئی۔ اسی لیے گاندھی جی نے اس قانون کو برطانوی حکومت کے ذریعے دیا گیا بھارت کو سب سے عمدہ اور سب سے زیادہ فلاحی قانون کہا ہے۔

برطانوی اقتدار کے آخری وائسرائے کے ذریعے اختیارات سپرد کرنے کا کام نئی دلی میں ایک اجلاس منعقد کر کے شروع کیا (14 ویں اگست 1947 کی نیم